نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا

(الہام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

مصلح موعود کے بارہ میں ایک مہتم بالشان آسمانی بشارت

اوائل ۱۸۸۶ء میں چالیس روزہ غیر معمولی عاجزانہ اور تضرعانہ دعاؤں کے نتیجہ میں بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جن پُر شوکت اور جلالی الفاظ میں پسرِ موعود کی بشارت دی گئی ذیل میں اس کا مکمل متن ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ خدائی وعدہ کے مطابق یہ موعود فرزند حضور علیہ السلام کے ہاں ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو تولد ہوا۔ وہ جلد جلد بڑھا اور ۱۹۱۴ء میں یعنی پچیس سال کی عمر میں جماعتِ احمدیہ کا امام یعنی آپؑ کا دوسرا خلیفہ قرار پایا۔ پیشگوئی مصلح موعود میں مذکورہ جملہ علامات کس طرح حضرت مصلح موعودؓ کے وجودِ مسعود میں جلوہ گر ہوئیں اور اپنے باون سالہ عہدِ خلافت میں آپؓ نے جماعت کو کن کن ترقیات سے ہمکنار کیا اِس تفصیل کا اجمالی تذکرہ آپ اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ (ایڈیٹر)

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سُنا۔ اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پُور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اَے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھُلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذُرّیت و نسل سے ہوگا۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دِل کا حلیم۔ اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

۱۳ تبلیغ ۱۳۴۸ ہش ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء

جلد ۱۸ شمارہ ۷

"شانِ مصلح موعودؓ"

تاریخ احمدیت میں ۲۰ فروری کا دن خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ۸۳ سال گذرے، اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو زیادہ مؤثر طریق پر ثابت کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بمقام ہوشیار پور کنج تنہائی میں چالیس روز لگاتار دعائیں کی۔ ان درد بھری دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑی بشارت اور ایک آسمانی نشان عطا فرمایا۔ بذریعہ الہام آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے ہاں خاص صفات کا حامل فرزند تولد ہوگا۔ جس کے ذریعہ آپ کے مقاصد کو تقویت پہنچے گی۔ آپ کی تمام مرادیں پوری ہوں گی۔ اس بابرکت وجود کے ذریعہ دینِ حق کی تبلیغ زمین کے کناروں تک پہنچنے کے سامان ہوں گے۔

اس عظیم الشان آسمانی بشارت کو حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ بتاریخ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء طبع کروا کر بکثرت شائع کردیا۔ جس کی الہامی عبارت اِسی پرچہ میں صفحۂ اوّل پر دی گئی ہے۔ اِس اشتہار کی اشاعت پر ابھی تین سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ بتاریخ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء خدائی وعدہ کے موافق یہ فرزندِ ارجمند پیدا ہوگیا۔ پیشگوئی کے مطابق وہ جلد جلد بڑھا — حتیٰ کہ آپؑ کے بعد مارچ ۱۹۱۴ء میں آپؑ کا دوسرا جانشین اور خلیفہ بنا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فرزند گرامی ارجمند سے ہماری مراد سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں — آپ ہی پیشگوئی دربارہ مصلح موعود کے پورے مصداق تھے — مارچ ۱۹۱۴ء سے ۸ نومبر ۱۹۶۵ء تک نصف صدی سے زائد زمانہ میں جماعتِ احمدیہ کی ایسی کامیاب بامراد قیادت کی کہ اپنے تو اپنے غیروں کو بھی آپؓ کی خداداد قابلیت۔ غیر معمولی تنظیمی صلاحیت اور ہمہ جہتی تفوّق کا اقرار کرنا پڑا۔

● — آپؓ ہی کے روشن زمانۂ خلافت میں جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مراکز ہندوستان سے نکل کر بیرونی ممالک میں قائم ہوئے۔ اور جماعت کو ان ممالک میں ایسی مقبولیت اور وسعت حاصل ہوئی کہ جلد ہی یہ جماعت بین الاقوامی حیثیت کو پہنچ گئی۔

● — اس عہدِ خوشتر میں مختلف بیرونی ممالک کے اندر صدہا مساجد کی تعمیر ہوئی جہاں پنج وقتہ نمازوں کے اوقات میں بذریعہ اذان توحیدِ باری تعالیٰ اور رسالتِ محمدیہ کا اعلان ہوتا ہے۔ اور اُن ملکوں کے ہزاروں باشندے حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر صبح و شام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں۔

● — دُنیا کی مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرا کے اُن ممالک کے باشندوں کو براہِ راست اپنی زبان میں کلام اللہ کے پڑھنے اور اُس کے سمجھنے کا موقعہ بہم پہنچانے کی مہم کا آغاز مصلح موعود کے مبارک وجود کے ذریعہ عمل میں آیا۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

● — سب سے بڑھ کر یہ کہ احباب جماعت کو دین کی خاطر ہر قسم کی مالی جانی اور وقت کی قربانی کرنے کی ایسی بے نظیر تربیت دی کہ آپؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جماعت نے لاکھوں لاکھ روپیہ اپنے محبوب امام کے قدموں میں لا ڈالا تو سینکڑوں نوجوانوں نے خدمتِ دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کرکے دُور دراز ممالک کے سفر کو نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس کام میں غیر معمولی برکت دی اور سعید رُوحوں کو حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ خدمت و اشاعتِ دین کا یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ بدستور جاری ہے —

اور مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ سے لگائے گئے اِس پودے کی شاخیں اکنافِ عالم میں پھیل رہی ہیں اور اس کے شیریں ثمرات سے سعید رُوحیں ابدی زندگی حاصل کر رہی ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مصلح موعودؓ کی ۷۷ سالہ زندگی اور آپؓ کا ۵۲ سالہ زمانۂ خلافت، خدمت و اشاعتِ اسلام ایسے ہی بے نظیر کارناموں سے پُر ہے۔ ان میں سے ایک ایک کارنامہ حضرت مصلح موعودؓ کی عظمتِ شان کے لئے آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کا رنگ رکھتا ہے۔

اس واضح حقیقت کے باوجود بعض لوگ اپنی نادانی کے سبب سوال کرتے ہیں کہ "مصلح موعود" کو مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اِس قدر قریب زمانہ میں آنے کی کیا وجہ تھی؟ یعنی جماعت سے متعلق وہ کونسے اصلاحی اُمور تھے جن کی انجام دہی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے جلد بعد ہی اللہ تعالیٰ نے "مصلح موعود" کو کھڑا کر دیا؟

منجملہ دیگر مفصل جوابات کے اس سوال کا چند لفظوں میں ایک مختصر اور دو ٹوک جواب تو یہی ہے کہ جماعت کی وحدت کو پارہ پارہ کردینے کی نیت سے اُٹھنے والے منافقوں کی سرکوبی اور اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے خوارج کو اُن کے مذموم مقاصد میں ناکام و نامراد کرکے جماعتِ احمدیہ میں نظامِ خلافت کو مستحکم کر دینے کی غرض سے — چنانچہ مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ یہ دونوں کام نہایت درجہ خوش اسلوبی سے سرانجام پائے۔ خدا تعالیٰ نے ان دونوں قسم کے خطرناک فتنوں سے جماعتِ احمدیہ کو محفوظ فرما کر خلافتِ حقہ احمدیہ کے زیرِ قیادت شاہراہِ ترقی پر گامزن فرمادیا۔

بدظنی اور بدگمانی بہت بُری بلا ہے۔ اسی نے ان لوگوں کے ایمانی پودے کو برباد کیا۔ اسی پارٹی کے بعض افراد مالی معاملات میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی بدظنی کرنے سے باز نہ آئے۔ انہی لوگوں کے ذکر پر بطور تنبیہ ایک موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متأثر ہوجاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مُردار کی طرف ...... مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے۔ مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے۔ اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقامِ خوف ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۴۹۶)

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک کشف کے ذریعہ بتایا گیا کہ آیندہ زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت میں خوارج کی طرح مزاحم ہونے والے پیدا ہوں گے اور بالآخر وہ لوگ ناکامی اور نامرادی کا مُنہ دیکھیں گے۔ حضور نے تحریر فرمایا:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بن گیا ہوں ... اور ایسی صورت واقعہ ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے۔ یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے۔ اور اس میں فتنہ انداز ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں اور شفقت اور تودّد سے مجھے فرماتے ہیں کہ يَا عَلِيُّ دَعْهُمْ وَاَنْصَارَهُمْ وَزِرَاعَتَهُمْ۔ یعنی اے علی ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور اُن کو چھوڑ دے۔ اور اُن سے منہ پھیر لے اور میں نے پایا کہ اس فتنہ کے وقت صبر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کے لئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہی حق پر ہے۔ مگر ان لوگوں سے ترکِ خطاب بہتر ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸)

واقعات بتاتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان لوگوں کی شرارتوں اور کجرویوں کے سبب متعدد بار آپؓ نے انہیں سرزنش کی اور تنبیہ فرمائی۔ اِسی وجہ سے اُن کے اخبار پیغام صلح کو حضورؓ نے "پیغامِ جنگ" سے بھی یاد فرمایا۔

اِسی طرح خلافت اور انجمن کی محکومی و حاکمیت کی در پردہ بحثیں شروع کر رکھی تھیں۔ بلکہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام میں وفات سے ذرا پہلے دو منافقانہ ٹریکٹ شائع کرکے بیرونی جماعتوں کے نام پوسٹ کر دئے جن سے اُن لوگوں کے مذموم ارادے اور خطرناک منصوبے طشت از بام ہو چکے تھے۔ اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تو ان لوگوں کی طرف سے برملا طور پر خلافت سے انکار کر دیا گیا۔ حضرت مسیح موعود

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۴ پر)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۱ تبلیغ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۴ تبلیغ (فروری) کی رپورٹ مظہر ہے کہ حضور انور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمدللہ۔

ربوہ ۴ تبلیغ۔ حضرت سیدہ ام مظفر احمد صاحبہ مدظلہا العالی کی عام طبیعت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے کی نسبت بہت بہتر ہے لیکن بے چینی اور گھبراہٹ اب بھی ہوجاتی ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ مدظلہا کو اپنے فضل سے صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

قادیان ۱۱ تبلیغ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بخیریت ہیں۔ الحمدللہ۔

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

کی پُر معارف تفسیر

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ مبارک سے

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے مورخہ ۵ر اپریل ۱۹۴۴ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں ایک احمدی دوست کے سوال پر مذکورہ بالا الہام کی جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مصلح موعود کے متعلق وارد ہوا ہے ایک نہایت ہی پُر معارف اور ایمان افروز تفسیر بیان فرمائی۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر افادہ احباب کی غرض سے ہم اس کا مکمل متن ذیل میں نقل کرتے ہیں ——— (ایڈیٹر)

دنیا میں ہر کام کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہا ہوتی ہے

کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں

جو کام کی ابتداء تو کرتے ہیں، مگر انہیں اس کی انتہاء دیکھنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ مظہر الاول تو ہوتے ہیں لیکن مظہر الآخر نہیں ہوتے، اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو انتہاء کے وقت تو آجاتے ہیں مگر ابتداء میں اُن کا دخل نہیں ہوتا۔ گویا وہ مظہر الآخر تو ہوتے ہیں مگر مظہر الاول نہیں ہوتے۔ لیکن

مصلح موعود کے متعلق

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مظہر الاول بھی ہوگا اور مظہر الآخر بھی ہوگا۔ گویا ایک طرف سلسلہ کا ابتدائی زمانہ اس نے دیکھا ہوا ہوگا۔ وہ مشکلات جو سلسلہ احمدیہ پر آئیں۔ وہ قربانیاں جو لوگوں کو کرنی پڑیں، وہ تکالیف جو انہوں نے برداشت کیں، یہ سب واقعات اُس کی آنکھوں کے سامنے ہوئے ہوں گے۔ یہ نہیں ہوگا کہ وہ ایسے زمانہ میں ظاہر ہو جب تکالیف کا زمانہ گذر جائے گا مشکلات دور ہو جائیں گی اور

احمدیت کو غلبہ میسر آجائیگا

اُس نے وہ وقت بھی دیکھا ہوگا جب احمدیت ابھی ابتدائی حالت میں ہوگی۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ اسے لمبی عمر دیگا۔ وہ وقت بھی اس کی آنکھوں کے سامنے آئیگا جب احمدیت پھیل جائے گی اور اسلام دنیا پر غالب آجائے گا۔ پس وہ مظہر الاول بھی ہوگا اور مظہر الآخر بھی ہوگا۔

مظہر الحق کے متعلق تو میں سمجھتا ہوں اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے عقائد اور آپ کی تعلیمات کو جنھیں لوگ بگاڑ کر پیش کریں گے اور آپ ... [illegible]

کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایسی صورت میں وہ اُن کا مقابلہ کرے گا۔ اور

عقائدِ حقہ

کو جماعت میں قائم کر دے گا۔ پس مظہر الحق میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے ذریعہ عقائدِ حقہ قائم کئے جائیں گے۔ اور مظہر العلاء میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عقائدِ حقہ اس کے ذریعہ سے قلوب میں راسخ کر دئے جائیں گے اور باوجود اس کے کہ بظاہر اُن کا قائم اور راسخ ہونا بہت مشکل دکھائی دے گا، اللہ تعالیٰ اُسے کامیابی عطا فرمائیگا۔

حقیقت یہ ہے کہ عقائدِ حقہ کو قائم کرنا کوئی آسان بات نہیں ہوتی، اس کے لئے

بڑی بھاری قربانیاں

کرنی پڑتی ہیں۔ جب لوگ سُنتے ہیں کہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نبوت بند نہیں بلکہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی وحی و الہام کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ یا جنازہ کا مسئلہ سُنتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ غیروں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ یا یہ سُنتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ اُن کو لڑکیاں دینی منع ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص ایسا کہے گا، وہ یقیناً ناکام ہوگا۔ کیونکہ ان عقائد کے ساتھ ساری دُنیا سے لڑائی چھڑ جاتی ہے اور

خیال کیا جاتا ہے

کہ یہ عقائد دُنیا میں پھیل ہی نہیں سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ کے ذریعہ بتا دیا کہ ایک طرف تو وہ عقائدِ حقہ قائم کرے گا جو بوجہ حق ہونے کے لازماً تلخ بھی ہوں گے۔ اور دُوسری طرف وہ مظہر العلیٰ ہوگا۔ یعنی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور جو باتیں منوانا چاہے گا وہ لوگوں سے منوائے گا۔ ہم غیر احمدیوں کو دیکھتے ہیں وہ ہمیشہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے اور انہیں ہمارے خلاف اشتعال دلانے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ دیکھو یہ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ یہ تمہارے پیچھے نمازیں پڑھنا حرام سمجھتے ہیں۔ یہ تمہیں لڑکیاں دینا ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ تمہارے جنازے پڑھنے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ غرض ہر رنگ میں وہ انہیں ہمارے خلاف بھڑکانے اور اشتعال دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جب بھی کوئی شخص جماعت میں داخل ہونا چاہتا ہے اِدھر ہی آتا ہے اُن کی طرف نہیں جاتا۔

ایک دفعہ

یہیں ایک شخص آئے۔ محمد یعقوب اُن کا نام تھا۔ اور لائلپوری غیر مبائعین کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ انہوں نے نبوت اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل پر بحث کرنی شروع کر دی۔ دورانِ گفتگو میں وہ بار بار جماعت کے اُن دوستوں کی طرف جو اُس وقت مجلس میں موجود تھے اشارہ کریں اور کہیں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اتنا ایمان نہیں رکھتے جتنا میں ایمان رکھتا ہوں میں نے آپ کی کتابوں اور اشتہاروں وغیرہ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور میں جانتا ہوں کہ نبوت اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل کے بارے میں آپ کے عقائد درست نہیں ہیں۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکے تو میں نے اُن سے کہا۔ میاں صاحب! اس میں مشکل بات کونسی ہے۔ لاہور میں وہ لوگ موجود ہیں جو یہی عقائد رکھتے ہیں۔ آپ جائیں اور اُن کی بیعت کر لیں۔ وہ کہنے لگے۔ بیعت کرنی ہوگی تو یہیں کریں گے وہاں کیوں کریں۔ تو باوجود اس کے کہ ہم باتیں وہ کہتے ہیں جن کو ماننا بظاہر بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ مگر لوگ پھر بھی اِدھر ہی آتے ہیں اُدھر نہیں جاتے۔

پس مظہر الحق میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسے عقائد پیش کرے گا جو

اَلْحَقُّ مُرٌّ کے ماتحت

بظاہر کڑوے اور تکلیف دہ ہوں گے اور سمجھا یہ جائے گا، کہ اگر ہم نے اِن عقائد کو مانا تو لوگ ہمارے مخالف ہو جائیں گے اور ہماری تکالیف پہلے سے بڑھ جائیں گی۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ باتیں ایسی پیش کرے گا جو غصہ دلانے والی اور جذبات کو بھڑکانے والی ہوں گی مگر پھر بھی اللہ تعالےٰ اُسے

کامیابی عطا فرمائے گا

اور وہ مظہر العلیٰ قرار پائے گا۔ گویا باوجود اس کے کہ اس کی باتیں بظاہر کڑوی ہوں گی جیسے کہا جاتا ہے اَلْحَقُّ مُرٌّ۔ سچی بات انسان کو کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بھی لوگ اس کی کڑوی چیز پئیں گے۔ دُوسروں کے میٹھے شربت کو اپنا منہ نہیں لگائیں گے۔

جب بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی شخص

دُنیا کی اِصلاح کے لئے

کھڑا کیا جاتا ہے، خواہ وہ مامور ہو یا غیر مامور اور اُسے کسی خاص مقصد اور مدعا کے لئے دُنیا میں ظاہر کیا جائے تو قرآن کریم کے محاورہ کے مطابق اس کا آنا خود اللہ تعالےٰ کا آنا

تحدیثِ نعمت

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی!
فَسُبْحَانَ الَّذِيْ اَخْزَى الْاَعَادِيْ

بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں!

ہُوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی!
فَسُبْحَانَ الَّذِيْ اَخْزَى الْاَعَادِيْ

(دُرِّ ثمین)

مَیں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں

کہ

میرا نام دُنیا میں ہمیشہ قائم رہیگا

از حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"مَیں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا۔ اور گو مَیں مر جاؤنگا۔ مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا ہے کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دُنیا میں قائم رکھے گا۔ اور ہر شخص جو میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا۔ . . . . . خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی ہی گالیاں دیں، مجھے کتنا ہی بُرا سمجھیں بہرحال دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے۔ آج نہیں آج سے چالیس پچاس بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ مَیں نے جو کچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔ مَیں بے شک اُس وقت موجود نہیں ہوں گا۔ مگر جب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مُسلمان مؤرخ اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔ اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصّہ کٹ جائے گا۔ ایک بہت بڑا خلا واقع ہو جائے گا جس کو پُر کرنے والا کوئی نہیں ملے گا"

منقول از ماہنامہ "خالد" ربوہ
مجریہ دسمبر ۱۹۶۵ء

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے
فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْھِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِھِمْ (النحل ع)
جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص کھڑا کیا جاتا ہے تو اس کا مقابلہ ضرور ہوتا ہے مگر ایسے مقابلہ میں کوئی انسانی طاقت، دشمن کو تباہ نہیں کر سکتی۔ اُن کے قلعے مضبوط ہوتے ہیں اور وہ آسانی سے اُن میں پناہ گزیں ہو جاتے ہیں۔ پس جب قلعہ مضبوط ہو تو اس صورت میں قاعدہ یہی ہے کہ نیچے سے سُرنگ لگا کر اُس میں داخل ہونے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

حق کے مقابلہ کے وقت

بظاہر دشمن یہ سمجھتا ہے کہ اُس کا قلعہ فتح نہیں ہو سکتا۔ کوئی طاقت اس کی دیواروں کو توڑ نہیں سکتی۔ کوئی فوج اُس کو شکست نہیں دے سکتی۔ مگر جب وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے تو اَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ اللہ تعالیٰ بُنیان (بنیاد) میں سے نکل کر اُن کے قلعہ کو پاش پاش کر دیتا اور اُن مخالفین کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ پس

مظہر الحق والعلاء

میں جس امر کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اُسے کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ میں زیادہ واضح کر دیا۔ اور بتا دیا کہ اُس کی کامیابی معمولی نہیں ہوگی، بلکہ اس کے ذریعہ

کُفر کی بُنیاد

بالکل گرا دی جائے گی۔ گویا یہ الفاظ اُس کی کامیابی کی تکمیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ مل کر دشمن کی بنیادوں کو ہمیشہ کے لئے اکھیڑ دے گا۔ یہ تو پیشگوئی کے ان الفاظ کے معنے ہیں۔ لیکن اگر ہم حقیقت کو دیکھیں تو

بعض پیشگوئیاں

ایسی ہوتی ہیں جو اُن تمام لوگوں میں مشترک ہوتی ہیں جن کے سپرد اللہ تعالیٰ اصلاح عالم کا کام کرتا ہے۔ خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ اگر انبیاء ہوں گے تب بھی اُن کا آنا کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کا مصداق ہوگا۔ اور اگر غیر انبیاء ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ اُن سے اصلاح کا کام خاص طور پر لینا چاہے گا تو اُن کا آنا بھی کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کا مصداق ہوگا۔ گویا انبیاء اور وہ سب لوگ، جو ان انبیاء کے تابع ہو کر اصلاح خلق کے لئے کھڑے ہوتے ہیں

اُن سب پر یہ الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ کھڑے ہوں اور اپنے کام میں کامیاب نہ ہوں تو دشمن کو

اعتراض کا موقع

مل سکتا ہے اور وہ غرض فوت ہو جاتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اُنہیں کھڑا کرتا ہے پس کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کا ظہور ہر نبی یا اُس کے خاص اتباع کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمان سے نہ اُترے تو دلوں کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے۔

اسی طرح ان الفاظ میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اُس زمانہ میں

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان

لوگوں کے قلوب میں پیدا ہو جائے گا۔ شرک مٹ جائے گا۔ عقائد میں پختگی پیدا ہو جائے گی۔ اور اسلام کی صداقت پر کامل یقین اور ایمان انہیں حاصل ہو جائے گا۔

حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ نفسی نقطہ سے کیا مُراد ہے جس کا ذکر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ان الفاظ میں آتا ہے کہ "تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا" حضور نے فرمایا

نفسی نقطہ سے مُراد

یہی ہے کہ اُس کا تعلق خدا سے مضبوط ہوگا۔ اور آخر وہ اپنے نفسی نقطہ کی طرف واپس چلا جائے گا۔ ان الفاظ میں وفات کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا۔ نفسی نقطہ کے الفاظ بڑھا کر بتایا گیا ہے کہ اس کی رُوح کو اللہ تعالیٰ سے خاص وابستگی ہوگی۔

نفس کا لفظ

قلب کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور قلب اللہ تعالیٰ کے انوار اور اُس کے جلال کا مہبط ہوتا ہے۔ درحقیقت

خدا تعالیٰ کے دو مقام ہیں

ایک مقام بلندی کی طرف ہے، اور دُوسرا مقام وہ ہے، جب وہ تدلّی اختیار کر کے انسانی قلب میں آ جاتا ہے۔ جب تک انسان زندہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ تدلّی اختیار کرتا اور اُس کے قلب میں موجود رہتا ہے۔ لیکن جب اُس کی وفات کا وقت آتا ہے تو اُس وقت وہ عرش پر چلا جاتا ہے۔ جیسے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر وقت خدا رہتا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہے۔ اگر

رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کی مجلس میں وہ جلوہ نُما نہیں ہوتا تھا تو یہ کس طرح کہا جا سکتا تھا کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ مگر جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ بالرفیق الاعلیٰ۔ گویا اُس وقت خدا اپنی شانِ بلند کے لحاظ سے عرش پر چلا گیا تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعہ بتا دیا کہ پہلے تو وہ مجھ سے ملنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ مگر اب مَیں اُس سے ملنے کے لئے جا رہا ہوں۔ تو نفسی نقطہ کے الفاظ میں دو دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں جو دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں بیان کئے گئے ہیں۔

انسان کے لئے

دنو پہلے ہوتا ہے اور تدلّی بعد میں۔ لیکن

اللہ تعالیٰ کے لئے

تدلّی پہلے ہوتی ہے اور دنو بعد میں۔ پہلے وہ آسمان سے چلا جاتا ہے اور پھر اپنے بندے سے کہتا ہے کہ اب تم بھی یہاں آ جاؤ۔

(منقول از "فرقان" مجریہ اپریل ۱۹۴۴ء)

(تبرکات)

سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی سیرتِ طیبہ

از افاضات حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّظلہا العالی

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ طیبہ کی تدوین کے سلسلہ میں بعض معلومات کے حصول کے لئے خاکسار نے چند سوالات حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی خدمت میں بھیجے تھے۔ اس درخواست کے جواب میں مبارک بہن نے اپنے مقدس اور محبوب بھائی کی سیرتِ طیبہ کے چند جستہ جستہ لیکن بے حد لذیذ واقعات قلمبند فرما کر بھجوائے ہیں۔ فجزاھا اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ ان رشحاتِ مبارکہ کا تذکرہ ھو المسك ما کررتہ یتضوع کے مصداق ایسی خوشبو ہے جس کی مہک کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اصل کتاب میں ان تبرکات سے استفادہ سے قبل ان کی اشاعت اسی جذبہ کے ماتحت ہے۔ (خاکسار ملک سیف الرحمٰن ربوہ)

سوال:۔ حضرت فضلِ عمرؓ کی پیدائش سے پہلے حضرت اُمّ المومنینؓ یا حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کا کوئی خواب یا کشف؟

جواب:۔ میں نے حضرت اُمّ المومنین کو ایک خواب بیان فرماتے سُنا ہے۔ بلکہ مجھے ہی مخاطب فرما کر سُنایا ہے۔ دو چار بار۔ فرمایا:۔ جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہونے کو تھے تو ایام حمل میں مَیں نے خواب دیکھا کہ میری شادی مرزا نظام الدین سے ہو رہی ہے۔ اس خواب کا میرے دل پر مرزا نظام الدین کے اشد مخالف ہونے کی وجہ سے بہت بُرا اثر پڑا کہ دشمن سے شادی مَیں نے کیوں دیکھی؟ میں تین روز تک برابر مغموم رہی۔ اور اکثر روتی رہتی۔ تمہارے ابّا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے مَیں نے ذکر نہیں کیا۔ مگر جب آپؑ نے بہت اصرار کیا کہ بات کیا ہے؟ کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے بتانا چاہیئے۔ تو مَیں نے ڈرتے ڈرتے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سُن کر تو آپؑ بے حد خوش ہو گئے اور فرمایا اتنا مبارک خواب اور اتنے دن تم نے مجھ سے چھپایا؟ تمہارے ہاں لڑکا اس حمل سے پیدا ہوگا۔ اور نظام الدین کے نام پر غور کرو، اس کا مطلب یہ نظام الدین نہیں تم نے اتنے دن تکلیف اٹھائی اور مجھے یہ بشارت نہیں سُنائی۔

اپنا بچپن کا ایک خواب یاد آگیا۔ یاد رہا اور کچھ سال ہوئے مَیں نے لکھ بھی لیا تھا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا (مَیں خواب میں اُوپر کے صحن میں کھڑی تھی) کہ ہمارے صحن کا کنواں لبالب پانی سے بھرا ہے اور ایک جوان نوعمر (جس کی پشت سے بڑے بھائی صاحب ہی معلوم ہوتے تھے) تیز تیز اس کنویں کے گرد گھوم رہا ہے۔ اور اس کی زبان پر اُونچی آواز سے یہ الفاظ جاری ہیں۔ وہ آواز گونجتی ہے اور در و دیوار سے یہ آواز آرہی ہے۔

اِنّی جاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ

آنکھ کھلی تو میرے بڑے بھائی صاحب کا سر صرف شانوں تک میرے تکیہ پر تھا۔ پہلے تو مَیں دیکھتی رہی دیکھتی رہی مگر جب وہ کیفیت دُور ہو گئی تو ڈر کر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو پکارا اور کہا مَیں نے اس طرح دیکھا ہے۔ آپؑ نے فرمایا یہ کشف تھا۔ ڈرو نہیں بہت مبارک خواب اور کشف ہے۔

سوال:۔ حضرت فضلِ عمرؓ کی ولادت کے وقت کوئی روایت، مثلاً دائی کون تھی، گڑھتی کس نے دی۔ اذان کس نے کہی۔ پیدائش کی خبر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تاثر، عقیقہ اور نام رکھنے کے بارے میں حضور کا فرمان یا کوئی خاص مشورہ۔ اس تقریب کا کوئی واقعہ؟

جواب:۔ جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت اماں جان کی زبانی۔ دائی کا نام ہرو دائی تھا۔ اذان بھی کان میں حضور خود دیتے تھے۔ اور غالباً شہد وغیرہ بھی خود چٹاتے ہوں گے۔ مگر اس کے لیے خاص الفاظ اماں جان کے مجھے یاد نہیں یہ علم ہے اور کئی بار فرمایا کہ میرے سب بچے نیچے کے کمرے میں پیدا ہوئے ہیں بجز امۃ الحفیظ کے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام گورداسپور کے مقدمہ میں اکثر باہر رہتے تھے۔ اور پلیگ کے بعد ہم لوگوں کا نیچے کا قیام نہیں رہا تھا۔

عقیقہ پر حضرت اماں جان فرماتی تھیں، آپؑ علاوہ بکرے کے احباب کی دعوت بھی کرتے تھے۔ کیونکہ آپ اپنی اولاد کو نشان سمجھتے تھے۔ چلّہ میں خادماؤں اور معتبر عورتوں کا پہرہ ضرور ہوتا تھا۔ جن کے جاگتے رہنے کا آپ خیال رکھتے۔ چائے اور موسم کے مطابق اُن کے لئے کھانے کو مٹھائی وغیرہ رکھی جاتی۔ یہ پہرہ مَیں نے اپنی یاد میں امۃ النصیر کی پیدائش پر دیکھا۔ آپ تشریف لاتے رات کو بھی دو تین دفعہ اور سب کو جاگنے کی تاکید فرماتے اور پوچھتے کہ چائے پی وغیرہ۔

حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو عصمت (ہماری بہن) سو رہی تھیں۔ خادمہ نے اُس کو جگایا اور کہا، اُٹھو بی بی تمہارا بشیر آگیا۔ کیونکہ بشیر اوّل کی وفات پر غالباً عصمت اس کو یاد کرتی ہوگی۔ اماں جان نے فرمایا کہ وہ اٹھ کر بجائے میری طرف آنے کے میرا بشیر آگیا کہتی ہوئی اپنی بڑی والدہ (والدہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ) کی طرف یعنی تائی صاحبہ کے گھر دوڑ گئی۔ اس کو اپنی بڑی والدہ سے بہت تعلق تھا۔ اور وہ اس کو بہت پیار کرتی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوش کیوں نہ ہوں گے۔ وہ ہر پیدائش فرزند کو اللہ تعالےٰ کا نشان جانتے تھے۔ آپ کی ہر خوشی کا اصل رجوع اسی محبوبِ حقیقی کی جانب ہوتا تھا۔ ذاتی طور پر نہ آپ کی اپنے لئے کوئی خوشی تھی نہ غم۔

سوال:۔ بچپن کے مختلف واقعات مثلاً قاعدہ اور قرآن کریم شروع کرنے کے وقت کوئی تقریب، اُردو وغیرہ کی تعلیم، آپ کی پڑھائی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی توجہ۔ کبھی حضورؑ نے بھی کوئی سبق پڑھایا ہو یا سُنا ہو گھر پر پڑھائی کا کیا انداز تھا۔ ابتداء میں آپ کو کس قسم کی کتابوں کا شوق تھا؟

جواب:۔ بسم اللہ وغیرہ کی کوئی تقریب مَیں نے نہیں سُنی نہ دیکھی۔ آمین: بے شک ہم سب کی ہوئی اور بہت دھوم سے ہوئی۔ آپ نے شروع میں جہاں تک مجھے یاد ہے اکثر سُنا ہوا (نام یاد نہیں آرہا) اس وقت بنگالی صاحب تھے نیز اُن کی اہلیہ صاحبہ کا دُودھ میرے منجھلے بھائی صاحب نے پیا تھا۔ زینب بیگم (مصری عبد الرحمٰن کے والد صحابی تھے، مخلص تھے۔ ایک خط ان کا میرے پاس رکھا ہے۔ میرے میاں کو لکھا تھا۔ ایک بہت مبشر خواب۔ مگر نام ان کا بھول گئی اس وقت، مگر اللہ کے ساتھ نام تھا۔ یاد ہی نہیں آرہا۔ غالباً اُن سے ہی ابتداء میں پڑھا۔ پھر سکول میں بھی اور اصل شوق سے جو پڑھنا شروع کیا تو حضرت خلیفہ اوّلؓ سے جو قرآن شریف و حدیث پڑھنے لگے۔ کیونکہ اس وقت سے مطالعہ پر زور تھا۔ اور اکثر مسائل پر حدیث وغیرہ پر میرے چھوٹے ماموں جان سے گھر پر بھی باتیں ہوتی تھیں۔ اُن کی توجہ علم دین کی طرف ہی رہی۔ مگر یہ نہیں کہ ہر وقت لگے ہی رہیں۔ میز پر قرآن شریف عربی کی کتابیں لغت وغیرہ کتب حدیث اور ایک انجیل بھی ضرور رکھی رہتی تھی۔ اسی طرح شیعوں کے مراثی اور کتابیں مختلف مذاہب کی ہوں گی ضرور۔ مگر مَیں نے انجیل پڑھ کر دیکھی کچھ حصہ اور مرثیئے پڑھے وہ یاد ہے۔ انیس اور دبیر بھی ان کے پاس تھے۔ کوئی خاص وقت پڑھائی کا بظاہر صرف بھی نہیں کرتے تھے اور اندر بھی پڑھتے ضرور تھے۔ مگر اتنا نہیں کہ دن رات جیسے لڑکے سر کھپاتے ہیں۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے فضل و کرم سے پڑھا دیا۔

اکثر آشوبِ چشم بھی ہو جاتا۔ کمزوری سے حرارت بھی ہو جاتی تھی۔ قوی بدن نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے پڑھائی کے لیئے کبھی بھی نہیں کہا کہ محنت کرو وغیرہ۔ مگر ابتداء سے اپنی دینی کتب قرآن مجید حدیث اور دیگر مذاہب کی کتابیں اور اس کے علاوہ کہانی قصے بھی پڑھ لیتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی انگریزی ابتدائی کتابیں اور الف لیلہ بھی۔ مجھے بھی چھوٹی چھوٹی کہانیاں الف لیلہ کی بھی سُنا دیتے تھے۔ دیوانِ غالب وغیرہ اور آپ کے استاد (جن سے کچھ عرصہ اصلاح لی تھی شاعری کے سلسلہ میں) جلال لکھنوی کے دیوان بھی آپ کے پاس تھے۔ میری ہوش میں بہت کم عمری سے مَیں نے بڑے بھائی (حضرت مصلح موعودؓ) کا کمرہ الگ دیکھا جس میں کتابیں رکھی رہتی تھیں میز پر۔ مَیں بھی وہاں جا پہنچتی تھی۔

س:۔ گھر میں بچّوں کا آپس میں کھیلنا۔ گھر کے بچّوں سے آپ کا سلوک۔ میل ملاپ آپ زیادہ کس کا خیال رکھتے۔ بچوں کی کسی لڑائی جھگڑا میں (اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو) آپ کا طرزِ عمل یا بیچ بچاؤ کا انداز۔

ج:۔ آپ گھر میں کھیلتے تھے۔ اکثر وقت پا کر جو صحن خالی ہو اس میں، گیند بلّا وغیرہ اور اس کے علاوہ گھر کے باہر آپ کے مشاغل غلیل سے نشانہ بازی کشتی چلانا۔ تیرنا وغیرہ تھے مٹی کے غلّے بنانے میں ہم سب شریک ہو جاتے۔ مگر گھر میں نہیں چلاتے تھے۔ یہ کام باہر ہوتا تھا۔ گھر میں تو کبھی نشان لگا کر غلیل چلا کر دیکھ لیا۔ اور اس سے ذرا بڑے ہوئے تو سواری سیکھی اور گھوڑے کی سواری کو بہت پسند کرتے تھے

آپ ہم بچّوں سے بہت پیار کرنے والے بے حد خیال رکھنے والے تھے۔ مجھے تو خاص طور پر بہت محبت کی۔ بہت ناز اٹھائے کبھی

شفا ہونا یاد میں نہیں۔ ایک بار لڑکیوں کے ساتھ مَیں کھیل رہی تھی۔ لڑکیوں نے کوئی کھیل تالی بجانے والا کھیلا۔ مَیں بھی بجانے لگی تو مجھے کہا کہ کھیلو مگر تم نہ کبھی تالی بجانا۔ یہ لوگ بجایا کریں۔

مبارک سے بھی بہت پیار کا سلوک تھا۔ (ایک خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے میاںؓ کو لکھا ہے۔ محمود اپنی والدہ سے بہت مانوس ہے اور مبارک سے بھی اب تک کھیلتا ہے ابھی بچہ ہی ہے۔) دُوسرے بھائیوں سے بھی کبھی مَیں نے سختی کا سلوک یا جھگڑا نہیں دیکھا۔ منجھلے بھائی صاحب سے تو اکثر لمبی باتیں کرتے مگر ہر وقت اچھے موضوع پر میرے بھائی اور ماموں مل کر باتیں کرتے تھے۔ کبھی فضول بات مَیں نے نہیں سُنی۔ کیونکہ جہاں یہ سب مل کر بیٹھتے مَیں ضرور جا پہنچتی تھی۔ کبھی بارہنس کر فرماتے تھے کہ ؎

لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلے
نہ کہ لڑکوں میں ڈنڈ پیلے

مجھ سے بچپن سے بے تکلف رہے ہر بات مجھ سے کر لیتے۔ اور مَیں ہر بات جو نئی سُنتی یا سمجھ سے باہر ہوتی ان سے پوچھتی۔ میری کسی کی بات یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوتی تھی یا بڑے بھائی حضرت مصلح موعود سے۔ حضرت مسیح موعود بھی جانتے تھے کہ ہم دونوں کا آپس میں زیادہ پیار اور بے تکلفی ہے۔ اور آپ نے بھی تین چار بار مجھے کہا کہ محمود کچھ چُپ چُپ ہے یہ کبھی اپنی حاجت نہیں ظاہر کرتا نہ مانگتا ہے۔ تم پوچھو تو سہی کہ کیا چاہیئے۔ مَیں نے پوچھا اور آپ نے بتادیا۔ یہ ذکر لکھ چکی ہوں پہلے کبھی۔ ایک بار بخاری کی سب جلدیں منگانے (پیرا سیڈنٹ) کیلئے کہا تھا۔ ایک بار سول اخبار جاری کرانے کو۔ ایک دفعہ بھابی جان کو لاہور گئے زیادہ دن ہوگئے تھے۔ کہا میں ان کا لاہور زیادہ رہنا پسند نہیں کرتا بلوالیں۔

ہم لوگ لڑتے نہیں تھے۔ کم از کم بہنوں سے لڑنے کی تو قسم ہی ہمارے ہاں تھی۔ مبارک احمد اور مَیں چھوٹے تھے۔ تینوں بھائیوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ آپس میں منجھلے بھائی چھوٹے بھائی کبھی تکیوں سے لڑائی گویا ایک مصنوعی کیا کرتے تھے۔ یا چھوٹے بھائی صاحب کو منجھلے بھائی صاحب چڑاتے تھے۔ وہ چڑتے۔ مگر اس سے زیادہ ہرگز نہیں نہ مارنہ کٹائی۔ ایک بار کوڑا چھپائی کھیلتے ہوئے مبارک کی پیٹھ پر کوڑا زور سے مار دیا۔ وہ نازک سا بچہ تھا۔ رونے لگا۔ مجھے آج تک افسوس ہے اپنی اس حرکت کا کہ مَیں نے لپکا کر حضرت مسیح موعود کو کہا کہ مبارک کو چھوٹے بھائی نے زور سے کوڑا مار دیا تو آپ چھوٹے بھائی پر بہت خفا ہوئے تھے۔

اصل میں ہم دونوں آپس میں بہت مانوس تھے (مبارک اور مَیں) حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرماتے تھے کہ دونوں بہت ایک دُوسرے سے جڑے رہتے ہیں۔ دراصل نام ایک ہے صرف ایک "ہ" کا ہی فرق ہے لہذا یہ بات تو ضمن میں آگئی مگر مَیں نے تو بڑے بھائی کو حضرت مسیح موعود کی مانند محبت کرنے والا پایا۔ ذرا بڑے ہو کر یہ محبت ایک دوستی کا رنگ بھی اختیار کرگئی۔ خاندانی ہر بات مثلاً شادی بیاہ میں ضرور مشورہ لیتے دُور ہوتی تو رجسٹرڈ خط جاتے۔

میری شادی کے بعد اکثر قریباً روزانہ دارالسلام کا پھیرا ہوتا تھا۔ ہمارے زیادہ باہر رہنے کے ایام میں کوٹلہ بھی آتے اور شملہ بھی۔ سفر کو کہیں جا رہے ہوتے تو ضرور سخت تاکید سے مجھے بلاتے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ ایک دفعہ تو اتنی سخت تاکیدیں آئیں پے درپے کہ مجھے شملہ چھوڑ کر شملہ سے قادیان آنا پڑا۔ اور آپ کے ساتھ منالی وغیرہ کا سفر کیا۔

مجھے یاد نہیں کہ کبھی کہیں جانے کی صلاح ہو رہی ہو اور مجھے یہ اصرار نہ کیا ہو کہ چلو۔ مجبوری کے سبب میں نہ جا سکتی یہ اور بات تھی۔ پھر بھی کئی سفر آپ کے ساتھ کئے۔

ایک دفعہ مَیں گاڑی میں حضرت اماں جانؓ اور آپ سے مل کر دارالسلام جا رہی تھی ادھر کا راستہ رکا ہوا تھا مَیں نے کوچوان سے کہا کہ دُوسری طرف سے (جدھر جمعداروں کے گھر تھے اور بٹالے سے آتے ہوئے، قادیان میں داخلہ ادھر سے ہوتا تھا) گاڑی نکال لو۔ ایک صاحب تھے ان کی دکان وہاں تھی۔ انہوں نے کہا یہاں سے گاڑی نہیں گذرنے دُوں گا، نہ معلوم کیوں غصہ میں بھرے بیٹھے تھے مَیں نے گاڑی پھروالی اور اُوپر جاکر دیکھا تو ابھی اماں جانؓ کے پاس آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے کہا کہ میری گاڑی ان صاحب (نام نہیں لکھتی) نے گذرنے نہیں دی اسی وقت کھڑے ہوگئے۔ غصہ سے آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ کہنے لگے کون روکنے والا ہے تمہاری گاڑی۔ مجھے ساتھ لے گئے اور وہاں سے ہی گاڑی گذروادی۔

س:۔۔۔۔ رشد کی عمر کو پہنچنے کے دَوران کا کوئی واقعہ مثلاً آپ کے مشاغل خصوصاً گھر کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کی مصروفیات گھر کے اندر اور باہر دینی کام کوئی خاص دنیوی کام آپ کے سپرد ہوا ؟

ج:۔۔۔۔ آپ مجھ سے آٹھ ہی سال بڑے تھے۔ اور مجھے اب تو بھُولتا ہے۔ مگر اس وقت کی دو ڈھائی سال کی باتیں بھی یاد ہیں۔ کئی [illegible] نظارے۔ مَیں نے اُن کو دس سال کی عمر میں یا ۱۱ سال کی عمر میں گویا مثلاً آنکھ کھول کر دیکھا ہوگا۔ مگر مَیں نے حضرت بڑے بھائی صاحب کو باوجود [illegible] ل وغیرہ جیسا کہ مَیں نے لکھا ہے کہ کبھی [illegible] کی بچگانہ حرکتیں کرتے نہیں دیکھا۔ لڑکیاں شادی کے ذکر کو چھیڑتی تھیں کہ میاں کا بیاہ ہوگا (جب تحریک ہوئی چھوٹی عمر تھی تو شرماتے تھے) زیادہ چھیڑنے پر ایک دفعہ بانس سبری کاٹے کر پیچھے دوڑتے دیکھا اس غصہ میں کہ کیوں مجھے چھیڑتی ہیں۔ اس وقت گھر میں بڑی لڑکیاں ان کی دُودھ شریک بہنیں یا ایک دو سیانی شریف لڑکیاں تھیں۔ جن میں ایک جو اَب ضعیف بزرگ خاتون ہیں اصغری بیگم صاحبہ زندہ ہیں اہلیہ مدد خان صاحب مرحوم۔ عزیزان یعقوب الیاس داؤد وغیرہ کی والدہ ہیں۔ یہ لوگ وہ تھے جو ساتھ کھیلے ہم عمر تھے اور تمام زندگی آپ کی دیکھی مگر کبھی آگے پیچھے اشارۃً کنایۃً نہ اس وقت نہ اب تک کسی نے کوئی نازیبا بات آپ کے متعلق نہیں کہی۔ مفتری اور ابلیس اُن کو بھی بہکا سکتے تھے۔ مگر یہ نوجوانی کی زندگی کے گواہ بفضلِ خدا ان کی نیکی کے ہی گن گاتے رہے۔

شادی کم عُمری میں ہوئی آپ کے مشاغل پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ اسی طرح پڑھنا الگ بیٹھ کر مسجد میں نماز کو جانا باقاعدہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ سے میری زندگی میں سلوک ایسا ہی مَیں نے دیکھا جیسا ایک جوان قابل اور قابلِ اعتماد بیٹے کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ دنیوی کام آپ نے اُن سے کبھی نہیں لیا۔ حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس کسی کام یا دوا وغیرہ کے متعلق بات کرنے کو کہہ دیا۔ وغیرہ۔ مَیں لکھ چکی ہوں۔ جب صدر انجمن احمدیہ بن رہی تھی ان دنوں آپ سے پوچھتے تھے کہ کیا بات ہوئی ہے کمیٹی کے متعلق اور ممبر خواہ اس وقت نہ ہوں مگر آپ باہر آتے جاتے اور حضرت مسیح موعودؑ سے بات کرتے تھے۔ ویسے آپ بے تکلف ہو کر ہم لوگوں کی طرح آپ سے بات نہیں کرتے تھے۔ یعنی جب سے مجھے یاد ہے جب رات کو حضرت مسیح موعود باتیں کرتے کوئی واقعہ کوئی پُرانا ذکر کوئی بزرگوں کی روایت سُناتے تو ہم سب کے ساتھ اکثر آپ بھی ہوتے تھے۔ کھانا بھی اکثر ساتھ کھاتے تھے۔ مگر اب یہ عمر تھی کہ بہت ادب اور ادب باوقار کے ساتھ آپ کی گفتگو یا سامنے آکر کام وغیرہ کا بتانا ہوتا تھا۔

غرض دنیوی کام کوئی سپرد نہیں ہوا۔ ایک باغ حضرت اماں جانؓ کے نام تھا وہ کبھی اور کچھ زمین وغیرہ بنیتی نانا جانؓ دیکھ بھال کر لیتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو کبھی پوچھا تک نہیں۔ ایک دفعہ حضرت نانا جان نے (جو رپورٹ ضرور دیتے تھے) ذکر میں فرمایا کہ مالی کی تنخواہ تین روپے ہے آپ نے فرمایا اچھا پہلے آٹھ آنے ہوتے تھے۔

اصل میں پہلے تو [illegible] وخدام کی تنخواہ تو یا نہ ہوتی یا برائے نام مگر کھانا پینا اور دیگر ان کے اخراجات شادی بیاہ وغیرہ ان کی ضروریات کے موقعوں پر سارا گھر نکل جاتی تھی۔ ان کے سب کام چل جاتے تھے۔

س:۔۔۔۔ خلافتِ اولیٰ کے انتخاب کے وقت اندرونِ خانہ کوئی صلاح و مشورہ۔ کوئی خاص واقعہ ؟

ج:۔۔۔۔ خلافتِ اولیٰ کے انتخاب کے وقت آپ باہر سے آئے اور حضرت اماں جانؓ سے کہا کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق سب کا خیال ہے آپ سے بھی مشورہ کو کہا ہے (شاید خواجہ صاحب کا نام لیا تھا جہاں تک مجھے یاد ہے) آپ بتائیں پھر شاید باہر سے بھی کوئی صاحب کیونکہ پردہ سے پیچھے کھڑے ہو کر ہی حضرت اماں جانؓ نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب ہی مناسب ہیں۔

پھر بیعت ہوگئی۔ زنانہ میں حضرت اماں جان کے صحن میں ہی جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت اماں جانؓ نے بیعت کی تھی۔ مَیں اس وقت نہ معلوم کیوں شرما گئی حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت شاید دو ڈھائی سو دفعہ تو کر چکی تھی۔ جب عورتوں کی بیعت ہوتی مَیں ضرور آپ کے پاس بیٹھ کر الفاظ بیعت تمام دُہرایا کرتی تھی۔ اب تک آپ کا بیعت لیتے وقت کا بولنے کا طریق میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ خیر مَیں نے اس وقت بیعت نہیں کی پھر خیال ہی نہ رہا پتہ نہیں کیوں یہی سمجھا بیعت ہی بیعت ہے۔ [illegible] کے بعد مَیں نے میاں سے کہا کہ مَیں نے تو اب تک خاص بیعت حضرت خلیفہ اوّلؓ کی کی ہی نہیں۔ تو انہوں نے جب خلیفہ اولؓ تشریف لائے تو ان کو بتایا کہ انہوں نے بیعت نہیں کی ابھی بیعت لے لیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے بیعت لی۔ مَیں نے کہا مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔ سمجھی بس کر چکی ہوں۔

خلافتِ اولیٰ کی ابتداء میں ہی گندے عناصر نے بعض قلوب میں جگہ پالی تھی جس کی وجہ انسان کے لئے مرضِ مہلک "بدگمانی" اور مرضِ قاتل حسد (ناحق) کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔ اندر ہی اندر بعض لوگ گویا خلیفہ کا انتخاب کر کے اور قیام خلافت پر اپنی منظوری کی مُہر لگا کر اور ہاتھ کٹوا بیٹھنے پر پچھتا رہے تھے۔

میری اپنی قطعی رائے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت کی ایک اس خاص وجود (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کی باتیں اور کام بحزم و حسن کر بھی کچھ زیادہ پہچان لیا تھا کہ

بالائے سرش ز ہوشمندی
مے تافت ستارۂ بلندی

اور فوراً اس سوچ اور پریشانی میں گرفتار ہوگئے کہ یہ نتیجہ جب اس کے تو آثار ہی کچھ اور ہیں اور حضرت مولوی صاحب کی خلافت تو چند روزہ ہے یعنی ضعیف العمری عقلاً سمجھی

جا سکتی ہے۔ اگر اس ستارہ کی روشنی اسی طرح بڑھتی گئی تو یہ ماہِ تاباں بن کر ہم سب کو ماند کر دے گا۔ یہ تو ہم بزرگوں تجربہ کاروں پر ایک کاری ضرب ہوگی۔ ہم یہ کیا کر بیٹھے ہیں؟ ان خیالات کے زیر اثر چند بزرگ کچھ عذر کچھ بہانے دل بہلانے کو سوچنے لگے۔ چلو کیا ہو گیا ایک بار بیعت ایک بزرگ کی کر لی آئندہ دیکھا جائے گا۔ مگر ابھی سے بیج تو بونے چاہئیں۔ سو اندرونی خیال کا اظہار بھی ہونے لگا۔ اور بات پھوٹنے لگی تو اندر ہی اندر کھلبلی سی مچ گئی۔ آپ تک بات پہنچتی پریشان ہوتے، دعائیں کرتے۔ میرے میاں سے اکثر باتیں اسی موضوع پر ہوتیں۔ آپ کو تڑپ تھی کہ جماعت میں فتنہ نہ ہو۔ سخت اضطراب تھا کہ کوئی پھوٹ نہ پڑے۔ خلیفہ اول رضی سے آپ کو بہت زیادہ محبت تھی۔ اور خود خلیفہ اول رضی کو آپ سے گویا عشق تھا۔ آپ کو یہ دکھ بھی ہوتا کہ خلیفۃ المسیح کی زندگی میں آئندہ کا ذکر اور قیاس آرائیاں بھی کوئی کیوں کرتا ہے۔

س ۔ خلیفۂ وقت سے آپ کا تعلق، ادب و فدائیت۔

ج ۔ آپ حضرت خلیفہ اول رض کا محبت کے ساتھ بہت ادب بھی کرتے تھے۔ ادب سے کلام کرتے تھے۔ حالانکہ آپ بہت محبت بچپن سے کرتے آئے تھے۔ فرماتے تھے کہ کئی اولادوں کی وفات کے بعد یہ عبدالحی اور اولادیں خدا تعالیٰ نے مجھے دی ہیں۔ مگر محمود مجھے ان سب سے زیادہ پیارا ہے۔ یہ بات میرے سامنے کئی بار کی گئی ہے۔

اس بچپن کے پیار کے باوجود آپ خلیفہ اول رضی کے سامنے بہت مؤدب ہوتے تھے۔ آپ (خلیفہ اول رضی) کی وفات کے بعد تھوڑے روز کے بعد ہی کہا کہ ایک دفعہ خلیفہ اول رضی نے کہا تھا کہ میرا کوئی ظاہری رشتہ حضرت مسیح موعود کے خاندان سے نہ ہو سکا تو میری خواہش ہے کہ آپ کی وہ تمنا اب میں پوری کر دوں اور امۃ الحی کیلئے درخواستِ رشتہ کی ہے۔ بغیر کسی تاخیر کے [illegible] ہو گئی اور شادی ہو گئی۔ امۃ الحی بہت ہی [illegible] والی بہت تابعدار بیوی ثابت ہوئیں۔ ذہانت تو غضب کی پائی تھی۔ اشارہ بات کا پا جاتی تھیں۔ اشعار سے بھی ذوق تھا۔

ایک خط [illegible] لکھا ہے کہ تیری [illegible] سب بیویوں میں امۃ الحی میری [illegible] زیادہ [illegible] تھی۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ اور وہ مرحومہ ہم سب سے [illegible] محبت اور حضرت اماں جان رضی سے تو [illegible] بہت ہی محبت کرتی تھیں۔ [illegible] خلیفہ اول رضی کی وفات [illegible]

وہ بوجھ دل پر الگ اور اس وقت فتنہ کا فکر جس کی تفاصیل آپ سب کے علم میں ہیں۔ وہ دن اور رات اور اگلا دن جس طرح گزرے اس کا بیان میں لانا مشکل ہے۔ بار بار کبھی باہر کبھی اندر دارالسلام میں۔ یہی باتیں یہی فکر اور یہی ذکر یہی تڑپ تھی کہ خلافت رہ جائے کوئی بھی منتخب ہو جس کو چاہیں چن لیں۔ ہم سب بیعت کر لیں گے مگر یہ فتنہ نہ ڈالیں کہ خلافت ہی نہ ہو۔

س ۔ حضرت ام المومنین سے محبت، بہن بھائیوں کی دلداری اور محبت، بچپن کے ساتھی اور دوست، رجحانِ طبع۔

ج ۔ حضرت اماں جان رضی سے بچپن سے بہت مانوس تھے اور آپ کی عزت اور محبت ہر وقت آپ کے آرام کا خیال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد بہت بڑھ گیا تھا۔

ایک بار اماں جان بیمار ہوئیں تو مجھے الگ لے جا کر کہا کہ میں بھی ایک دعا کرتا ہوں اور تم بھی کرو اور کرتی رہو کہ اب اماں جان رضی کو ہم میں سے خدا تعالیٰ کسی کا غم نہ دکھائے اور اماں جان کی زندگی میں برکت بخشے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان سے فرمایا تھا کہ تین امتحان تمہارے اور ہوں گے۔ یہ مبارک کی وفات سے پہلے کہا تھا۔ یہ بات حضرت اماں جان رضی سے سنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ تین امتحان تھے۔ دو ہو چکے ایک باقی ہے۔ اس وقت جب مجھے یہ بات بتا رہی تھیں (سامانِ سفر تیار کر رہا تھا۔ یہ لاہور سے سفرِ واپسی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت کا ذکر ہے) تو مجھے ہمیشہ چھوٹے بھائی کا بہت فکر رہتا تھا۔ مگر پھر باوجود دونوں ماموں جان اور میرے میاں کی وفات کے جب پارٹیشن ہوئی تو قادیان چھوڑنا پڑا اس وقت اماں جان رضی کی تڑپ اور صدمہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ تیسرا امتحان یہ تھا

حضرت بڑے بھائی صاحب جب پاس آتے تو کہتی تھیں میاں دیکھو مجھے قادیان ضرور پہنچانا بہشتی مقبرہ میں۔ بڑے بھائی صاحب کی آنکھیں تر ہو جاتیں اور کمرہ سے نکل جاتے۔ یہ حالت یہ تڑپ دیکھ کر۔

بہن بھائیوں کی دلداری تو کرتے ہی تھے بہن بھائیوں کی اولاد سے بہت پیار اور محبت کا سلوک ہمیشہ کیا۔ اپنے بچوں کے لئے تو کچھ لحاظ اور شرم بھی پہلے تھی کہ اماں جان کے سامنے گود میں لینا پیار کرنا اس میں شرم محسوس کرتے مگر [illegible] السلام [illegible] چھوٹے بھائی کی [illegible] سے بہت پیار کرتے [illegible] بھائی [illegible] شرم کے مارے بات نہ کرتے تھے مگر حضرت بڑے بھائی صاحب نے بہت ہی ان سے لاڈ پیار کا سلوک رکھا۔ [illegible]

سلام کی تکلیف سن کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کسی نے افواہ سنائی کہ مرزا رشید احمد اور شادی کرنا چاہتے ہیں۔ سخت غصہ آیا۔ کہنے لگے مجھے رات بھر نیند نہیں آ سکی۔ رشید سے کہہ دو کہ سلام کے وارث نہیں ہیں۔ یہ شادی میں نے اپنے بڑے بھائی (حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) کے اصرار پر ان کی خاطر کی تھی۔ یہاں بشیر کا تو دخل بھی نہ تھا۔ میں سلام کو تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا۔ وغیرہ۔ نو عمری یا بچپن کے دوست مجھے ایک تو ڈاکٹر اقبال غنی یاد ہیں۔ ان کی اور دوسرے ایک دو دوستوں کی ان کے آنے پر دعوت کرنا بھی یاد ہے

باہر ساتھ کھیلنے والے اور کشتی وغیرہ چلانے کے وقت ساتھ والوں میں [illegible] بھائی اور غالباً میاں غلام حسین لنگر خانے والے کے لڑکے بھی ہوتے تھے۔ جن کی والدہ حضرت مجھلے بھائی کی کھلائی دائی تھی۔

باتیں لکھنے بیٹھی تو لمبی ہو گئی ہیں اکثر باتیں میں لکھ بھی چکی ہوں گی۔ ایک اور بات یاد آ گئی حضرت اماں جان رضی کی وفات کے بعد لوگ حضرت اماں جان کا تبرک بہت مانگتے تھے۔ چند دن وفات پر گزرے تھے۔ میں نے کہا کہ اماں جان رضی نے اس سال اتنے کپڑے لوگوں میں تقسیم کئے کہ بہت کم رہ گئے ہیں۔ ہم نے بھی اپنے اور بچوں کے لئے نشانی رکھنی ہے کیا کریں۔ فرمایا حضرت اماں جان رضی کے وجود میں بھی خدا تعالیٰ نے خاص برکت رکھی تھی اور بہت بابرکت بنایا تھا۔ ان کو تبرک دینا ہے تو یہ مراد نہیں کہ سارا کپڑا ہی دیا جائے۔ اماں جان کی قمیص کی ایک آستین، پاجامہ کا ایک پائنچا۔ یا اس سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی تبرک میں جو مانگیں ان کو اس طرح تقسیم کر دو۔

اور اماں جان رضی کا کل سامان میں نے تمہارے سپرد کیا ہے بلکہ تم کو میں نے دے دیا ہے تم سنبھالو اور جو چاہو کرو۔ حضرت اماں جان رضی کے دو چار زیور طلائی تھے میں نے وہ جب تقسیم کر کے بتلایا تو فرمایا یہ تو میں تم کو دے چکا ہوں۔ میں نے کہا میں خود دے رہی ہوں سب کے پاس ایک ایک چیز چاہیئے غرض جس طرح میں نے چاہا کپڑے زیور اور تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حضرت اماں جی کے پاس باقی تھے سب میں تقسیم کئے

حضرت اماں جان رضی دہلی والے عزیزوں کا بھی خاص خیال رکھتے اور بہت ان کی خاطر داری فرماتے۔ جب دہلی جاتے بلا بلا کر ملتے تھے۔ حیدرآباد دکن میں حضرت اماں جان کے ننھیالی عزیز تھے احمدی بھائیوں کو سمجھا کر ان کی دعوتیں قبول کیں اور زیادہ وقت ان کی دعوتوں میں ہی صرف ہوا تھا فرمایا اماں جان رضی کے عزیز [illegible] وقت پارٹیشن [illegible]

دوست سب کی ہر طرح امداد کرتے رہے

ایک دفعہ حضرت سیٹھ عبداللہ صاحب کی بیگم نے قادیان میں آپ سے ذکر کیا کہ ایک تقریب میں میں نے تبلیغ شروع کی۔ ایک معتبر بیوی سے کوئی بات کرنے لگی کہ ہمارے خلیفہ نے یہ فرمایا ہے۔ آپ کا نام لیا تو وہ کہنے لگیں لو مجھے بتاتی ہو وہ تو میرا بچہ ہے میرا محمود ہے میں کیا جانتی نہیں ہوں۔ آپ ہنسے اور فرمایا ہاں وہ تو میری نانی لگتی ہیں ہم ان کو گوری نانی کہا کرتے تھے۔

رجحانِ طبع اصل تو دین تھا جس کی دھن تھی کہ احمدیت تمام عالم میں پھیلے۔ اور اسلام کا غلبہ ہو۔ ہر احمدی کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتے تھے اور یہ بھی تڑپ ان میں میں نے دیکھی کہ کسی طرح بچھڑے ہوئے بھائی، جو خلافت سے الگ ہو چکے ہیں ان کی اصلاح ہو۔ جس روز حضرت میر حامد شاہ صاحب کا بیعت خلافت کا خط آیا اماں جان رضی کے پاس آئے اور کہا مبارک ہو اماں جان۔ میر حامد شاہ نے بیعت کر لی۔ اور پھر بیت الدعا میں چلے گئے اور کافی دیر تک لمبے سجدوں کے ساتھ شکرانہ کے نفل ادا فرمائے۔

ایک بات اور یاد آئی شاید کبھی پہلے لکھ چکی ہوں گی یاد نہیں۔ ایک دفعہ قادیان کے زمانہ میں میں نے بہت فضول باتیں تکلیف دہ حضرت خلیفہ اول کے صاحبزادگان کی سن کر تنگ آ کر آپ کو لکھا کہ ان کی عادت پختہ ہو رہی ہے اس نئے فتنہ کو روکنے کے لئے اب ضرور آپ کو تنبیہ کرنا اور قدم اٹھانا چاہیئے اس پر آپ نے مجھے یہ جواب میں لکھا تھا کہ ’’اکبر بادشاہ کے پاس ان کے کوکا کی شکایات پہنچی تھیں تو انہوں نے کہا تھا میرے اور اس کے درمیان دودھ کا دریا بہتا ہے۔ تو میرے اور ان کے درمیان تو سات دودھ کے دریا بہتے ہیں۔ میں صبر کرتا چلا جاؤں گا طرح دیتا رہوں گا جب تک ممکن ہوگا۔ یہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی محبت اور حق استادی وغیرہ کی طرف اشارہ تھا۔ ان لوگوں کی اکثر باتیں رو رو کر پہنچانے والی خود ایک حضرت خلیفہ اول رضی کی نہایت مخلص سعید بہو تھیں جو بہت نیک خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ ان کے لڑکوں کو ہدایت بخشے۔ وہ حضرت اماں جان رضی کی خدمت میں آ کر رو دیا کرتی تھیں اور خود مجھے بھی بہت دفعہ یہ دکھ بیان کئے

ولایت سے ۱۹۵۵ء میں آ کر سب کو تحفے دئے تو حسبِ معمول اماں جی صاحبہ مرحومہ (حرم حضرت خلیفہ اول رضی) کے لئے بھی جوڑا تھا جو پہلے خرید لیا تھا (اماں جی صاحبہ کی وفات بعد میں ہوئی۔) فرمایا اماں جی کے لئے جوڑا میں لایا تھا وہ اب ان کی [illegible] دے دیں غالباً میاں عبد [illegible]

ہمیشہ سفر سے آ کر آماں جی کا تحفہ ضرور ہوتا تھا۔ شاید ہی کبھی ناغہ ہوا ہو۔ بچوں پر بھی ہمیشہ شفقت کی مگر جنہوں نے باپ کی آنکھیں نہ دیکھی تھیں وہ دوسروں کے پھسلانے اور محض بدظنیوں کے عذاب میں مبتلا ہو کر الگ ہو گئے۔ میاں عبدالسلام مرحوم فتنوں سے دور ہی رہتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بلا کر ملوث ہونے سے بچا لیا۔ کاش کہ ان بچوں کو اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ کا زمانہ یاد ہوتا۔ اور خلافت کے چند ہی ماہ بعد جو خبریں آپ نے خلافت کے خلاف سنیں اور فتنہ دبانے کے لئے آواز اٹھائی مسجد مبارک کی چھت پر جس پُرشوکت آواز سے وہ شیر خدا گرج رہا تھا۔ اور لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ نظارہ دیکھتے۔ وہ آواز جس طرح گویا آج بھی ہم سن رہے ہیں، کاش کہ یہ بھی سن سکتے۔ اور دشمنانِ خلافت کے دوست جانی نہ بنتے۔ الگ ہو کر چھپکے ہی بیٹھ رہتے مگر باپ کا زمانہ تو یاد رکھتے۔ خدا تعالیٰ اب بھی ان کو راہِ راست پر لے آئے۔ ہماری تو دعا ہی رہتی ہے۔

ایک دفعہ میاں مشان کی علالت کی خبر آئی خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیمار تھے اور اخراج ان لوگوں کا ہو چکا تھا اس پر بھی آپ نے کئی بار پوچھا کہ منان کا اب کیا حال ہے۔ اور کسی ذریعہ سے ان کی خیریت معلوم کرنے کی تاکید کی۔ ان کی علالت سے پریشانی اس طرح تھی کہ دلی تعلق ظاہر ہوتا تھا۔ ہمار افسوس کہ اس قلب صافی کی قدر ان لوگوں نے نہ جانی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

س۔ اپنی اولاد اور دوسرے عزیزوں سے تعلق محبت اور تربیت کا انداز کیسا تھا

ج۔ آپ نے تمام بیٹے اپنی جانب سے وقف صدقِ دل سے کئے اور سب کو اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ڈال دیا تھا اور یہ خواہش تھی اور خیال رہتا تھا، میرے پاس بھی اظہار کیا دو تین بار کہ اوّل خواہش میری یہی ہے کہ لڑکیاں بھی واقف زندگی کو دوں۔ اس کے ساتھ یہ بھی خواہش تھی اور پسند بھی تھا کہ جہاں تک ممکن ہو رشتے مل سکیں تو خاندان میں شادیاں ہوں۔ فرماتے تھے اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی ہر دو جانب کے لئے کی ہوئی دعائیں بچوں کو حاصل ہوں گی۔

سندھ کے ذکر پر ایک دفعہ مجھے کہا کہ میں نے زمین خریدنے اور جائداد کو ترقی دینے کا اب جو کام شروع کیا ہے یہ اپنے لئے نہیں بلکہ میری نیت یہ ہے کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ رہائش کے سٹینڈرڈ بدل رہے ہیں گرانی دن بدن زیادہ ہوتی نظر آتی ہے۔ میں نے چونکہ سب لڑکوں کو وقف کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کبھی تنگی ان کے دلوں میں دنیا کی رغبت پیدا کرے۔ اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہ سوچے کہ ہمیں تنگی میں ڈال دیا ہے۔ ان کی اوسط درجہ کی خوشحال زندگی ان کو حاصل رہے یہ کبھی لوگوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو مقابلۃً تنگدست محسوس کرکے خدا نہ کرے ابتلاء میں نہ پڑ جائیں

پہلے پہل شادی شدہ بچوں کو آپؓ نے محض اتنا خرچ دیا کہ مشکل سے گزارا ہو سکے جب آزما لیا کہ بفضلہ تعالیٰ یہ ہر حال میں شکر گزار ہیں اور کبھی شکایت نہیں کی تو بچے ہوئے پر ان کے خرچ بڑھاتے رہے۔ اور زچگی بیماریوں وغیرہ پر بھی اخراجات امداد اً خود کئے۔ اور دیگر کوئی کام کرنے کی بھی بہت دیر کے بعد اور آزمائش کے بعد اجازت دی گئی اس شرط سے کہ سلسلہ کے کاموں پر ذرا بھی اثر نہ ہو۔ فارغ وقت میں یا کسی سے کام لے کر کچھ کام کر سکتے ہیں۔ یہ بھی مجھے علم ہوا تھا اور آپ کی زبانی بھی سنا تھا کہ دوسرا کام کریں مگر اوّل اپنا کام جو اصل ہے مقدم سمجھیں یہ شرط ہے۔

منصورہ بیگم میری لڑکی سے بھی بچپن سے بہت محبت کی۔ بہت شفقت فرماتے تھے۔ منصورہ غالباً تیسرے بچے کی پیدائش کے بعد بہت بیمار ہو گئی تھیں ۱۹۴۱ء یا ۱۹۴۲ء میں ان کو بغرض علاج دہلی بھیجا اور تمام خرچ اٹھایا۔ علاج لمبا چلا تو منصورہ بیگم کو بہت احساس تھا کہ ماموں جان پر بہت بوجھ میری وجہ سے پڑ رہا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ آپ پر اتنا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا ہے۔ . . . .

. . . . مجھے بہت شرم آتی ہے۔ تو ان کو لکھا تھا کہ تمہاری جان سے زیادہ عزیز مجھے روپیہ نہیں ہے۔ تم ہزاروں کا لکھتی ہو اگر ایک لاکھ بھی علاج پر خرچ ہو جائے تمہاری صحت کی خاطر تو مجھے پروا نہیں۔

ایک شفیق، گو دور اندیش باپ تھے لڑکوں پر کڑی نظر رکھتے (لڑکیوں پر بظاہر زیادہ نرمی) قدرتاً لڑکوں کے اپنی آرزو کے مطابق خادم دین بننے اور خدمت اسلام کے لئے کمربستہ سپاہی بنا رہنے کی آپ کو دلی خواہش تھی۔ کسی لڑکے کے کام کی تعریف کسی سے بھی سنتے تو خوش ہو جاتے جب عزیزی ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کو ۱۹۵۳ء میں قید کیا گیا ہم رتن باغ میں تھے۔ میں دیکھ رہی تھی عزیزی ناصر احمد کوٹھی کے رُخ بیٹھے تھے ان کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک عجیب شان، ایک عجیب نور، ایک خاص وقار چہرہ پر برس رہا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا

کہ یہ ناصر احمد ہی ہیں۔ اس وقت بجائے قیدی ہونے کے معلوم ہوتا تھا کہ ایک فاتح بادشاہ فتح عظیم کے بعد بڑی شان سے رواں ہے وہ چہرہ وہ نقشہ وہ خاص نور وہ شان دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ محض قلبی اثر نہیں (یعنی خوشی سے ہر قربانی کے لئے تیار ہونے اور اطمینانِ قلب اور صبر و استقلال کا ہی اثر نہیں۔ یہ صرف اس وقت تو ایک خاص بات ظاہر ہو رہی ہے) اس میں خدا تعالیٰ کا تصرف شامل ہے۔ میں نے اس کا ذکر بعد میں کیا کہ اس وقت ناصر احمد پر ایک عجیب خاص نور اور ایک خاص شان تھی۔ حیرت ہو رہی تھی کہ یہ اتنی دیر میں بدلی ہوئی ہستی نظر آ رہی ہے تو آپ اتنا خوش ہوئے کہ بے اختیار کہا اچھا؟ اور خوشی سے آپ کا پُرنور چہرہ چمکنے لگا تھا

رہائی کے متعلق ہم کو ابھی تک علم نہ تھا کہ آپ کا تار مبارکباد کا میرے نام پہلے پہنچا اس کے بعد باہر سے عزیزی ناصر احمد اور حضرت چھوٹے بھائی صاحب کی آمد کا شور اٹھا

ایک واقعہ یاد آ گیا عزیزی ناصر احمد کو پہلے قرآن مجید حفظ کرایا گیا تھا۔ دوسری تعلیم برائے نام ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ ایک دن حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے پاس محمد احمد منصور احمد اور ناصر احمد تینوں بیٹھے تھے۔ میں بھی۔ بچوں نے بات کی شاید حساب یا انگریزی ناصر احمد کو نہیں آتا ہمیں زیادہ آتا ہے اتنے میں حضرت بھائی صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) تشریف لائے۔ حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ "میاں قرآن شریف تو ضرور حفظ کرواؤ مگر دوسری پڑھائی کا بھی انتظام ساتھ ساتھ ہو جائے۔ کہیں ناصر دوسرے بچوں سے پیچھے نہ رہ جائے۔ مجھے یہ فکر ہے" اس پر جس طرح آپ مسکرائے تھے اور جو جواب آپ نے حضرت اماں جانؓ کو دیا تھا وہ آج تک میرے کانوں میں گونجتا ہے فرمایا اماں جان آپ اس کا فکر بالکل نہ کریں ایک دن یہ سب سے آگے ہو گا انشاء اللہ

اب سوچتی ہوں کہ کیسی ان کے منہ کی بات خدا تعالیٰ نے پوری کر دی۔ علم عام بھی اور علم خاص دینی میں بھی اور اب قبائے خلافت (؟) پہنا کر سب کے آگے کر دیا

س۔ آپ کی ذاتی زندگی، علمی و ادبی لطائف۔ شعر و شاعری اور عام دلچسپیاں کس قسم کی تھیں؟

ج:۔ رات کو بہت دیر تک کام کرنا۔ پھر سونا۔ پھر ذرا دیر میں تہجد کے لئے اٹھنا گویا رات جاگ کر ہی گزرتی۔ اس لئے آپ کو بعد نماز صبح سو جانے کی عادت تھی

ڈلہوزی کوئٹہ میں رہائش کا زمانہ ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۴۸ء تک میرا بہت لمبا رہا۔ اکثر قادیان آ جاتی تھی چند ہفتوں کے لئے حضرت اماں جانؓ کے پاس ہوتی تھی۔ مگر آپ بہت خیال رکھتے تھے۔ کبھی کوئی خاص کھانا بھجواتے کبھی پھل لا کر خود کھلاتے۔ رات کو گرمیوں میں کام کرتے کرتے اٹھ کر (ذرا آرام کرنے کو اٹھتے ہوں گے) ضرور اماں جانؓ کے صحن میں آتے۔ مجھے اٹھاتے۔ کوئی پھل ٹھنڈا آلو بخارا آڑو وغیرہ خود بھی کھاتے اور مجھے بھی دیتے۔ کبھی اوپر کی باری ہوتی تو چوبارے کی دیوار کے پاس کھڑے ہو کر مجھے پکارتے اور اوپر سے پھل پھینکتے

عطر اور خوشبو آپ کو پسند تھی۔ اکثر سامان منگا کر خود تیار کرتے۔ جب میں آتی خاص نمونے تیار کرتے اور پہلے بھی دکھاتے اتنا عطر مجھے دیا ہے کہ کسی وقت منگوانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ مجھے بھی خوشبو پسند ان کو بھی۔ سنتے ہی عطر کا ذکر ضرور فرماتے اور لا کر دیتے تھے۔

میرے میاں کی وفات کو ۵-۶ روز گزرے تھے۔ میں لیٹی ہوئی تھی بستر پر۔ حضرت اماں جان میرے پاس ہی تشریف رکھتی تھیں۔ آپ آ گئے اور حسب عادت جلدی سے عطر کی شیشی کھول کر مجھے لگا دیا۔ حضرت اماں جان گھبرا کر بولیں میاں یہ کیا کیا۔ عطر لگانا ان دنوں ٹھیک نہیں (بوجہ ایام عدت) جس طرح انہوں نے مجھے دیکھا اور پشت پھیر کر جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئے۔ وہ درد بھری نگاہیں میں نہیں بھول سکتی۔ پھر کمرے میں نہیں آئے باہر سے ہی رخصت ہو گئے

میرا پیارا بھائی رضی اللہ عنہ اپنے رتبہ اور مقام اور قربِ الٰہی کی وجہ سے تو تھا ہی ایک بندۂ خاص۔ مگر بھائی ہونے کے لحاظ سے بھی وہ ایک بیش بہا ہیرا تھا۔ جس کا بدل نہیں۔

کئی بار مجھے کچھ دقت پیش آئی۔ پارٹیشن سے پہلے بھی اور بعد میں بھی جب اظہار کیا فوراً شرح صدر سے بلا توقف مالی امداد بھی کی۔ جب ان کا وقت رخصت قریب آ گیا تو میرے حالات بھی بدل گئے۔ الحمد للہ کہ اب کوئی ایسی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

لطائف بھی سنایا کرتے اور ملنے پر تازہ لطیفے خواہ بچوں کے تماشے ہوں ضرور میرے سنانے کو جمع ہوتے۔ طبیعت میں مزاح بھی تھا اور تاموا (؟) سے تھک کر یہی دل بہلاوا تھا۔ شعر وغیرہ کی باتیں کوئی لطیفہ۔ اپنے سفروں کے لطائف مجھے ضرور سناتے۔ یہ مجھ سے ایک چھیڑ تھی اور مذاق بھی کہ آدھا لطیفہ یا ایک مصرعہ شعر کا سنا کر

فرماتے آگے ہی بھول گیا۔ مجھے آدمی بات سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ مذاق میرے ساتھ ہمیشہ رہا۔ پھر ذرا اچھا کر سنا دیتے تھے۔

ایک دو بار بے تکلفی میں (گستاخی مطلب نہ تھا۔) میں نے آپ کے اشعار میں سے ایک دو مصرعوں کا ردّ و بدل کر دیا کہ یوں ہوتا تو اچھا ہوتا۔ ذرا برا نہیں مانا فرمانے لگے اب تو چھپ گیا ہے۔ بہت شوق سے مجھے نئے اشعار سناتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے پوچھا کہ تم کو کلام محمود میں سے کونسا شعر زیادہ پسند ہے (ایڈیشن اول تھا) میں نے کہا سے

تیری عشق گر ہوتا جو سچی جستجو ہوتی
تلاشِ یار میں ہر ذرہ میں ہوتی کو بکو ہوتی

اس پر خوشی کا اظہار فرمایا

ایک شعر یاد آ گیا۔ ایک دن میں نے بتایا کہ مشہور ہے کہ ماموں جان نے (چھوٹے ماموں جان) حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ کی شادی پر یہ کیسا شعر کہہ دیا ہے کہ

میاں اسحٰق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو
معلوم ہوتا ہے۔ نہ پائی مل رہی ہے لوگو آؤ دوڑو۔ آپ بے اختیار ہنس دیے فرمایا خیر ہوں گا مجھے خبر ہے۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ آپ کے اشعار میں نے الفضل میں پڑھے۔ یہ شعر یوں ہے سے

ہم انہیں دیکھ کے حیران ہوئے جاتے ہیں
خود بخود چاک گریباں ہوئے جاتے ہیں

اگر اس کے مطلع کی بجائے دوسرا شعر مطلع بنا دیں اور اس کو یوں کر دیں تو اچھا معلوم ہوگا سے

جذبۂ عشق نہیں دستِ جنوں کا محتاج
خود بخود چاک گریباں ہوئے جاتے ہیں

اس پر فرمایا تھا کہ اب تو چھپ چکا ہے۔ میں نے کہا میں تو اسی طرح ہی پڑھوں گی۔ بے ادب کا ہی شعر۔ آپ نے اس تبدیلی کو پسند کیا تھا اسی طرح ایک دو دفعہ اور بھی ہوا

وہ عاشقِ ربِ کریم تھے۔ توحید کو مضبوطی سے پکڑنے والے۔ ان کی زندگی۔ ان کی موت سب۔ مجھ اپنے مولیٰ کیلئے تھا۔ غصہ آتا غلط کاموں پر اکثر بہت جلد جلتے مگر فوراً نرم پڑ جاتے۔ ان کا غصہ مادی رنگ رکھتا تھا اندر گہرائی بالکل نہیں تھی۔ "دل کا حلیم" اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا تھا کہ آخر وہ کام کرے گا۔ کام ہے گا تو غصہ بھی آئے گا مگر یاد رکھنا کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔ مجھ پر تو ساری عمر میں ایک بار بھی خفا نہیں ہوئے۔ میں نے تو ان کو محبت کا چشمہ ہی پایا ہمیشہ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر ابد فرماتا جائے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حضرت مسیح موعود کے پاس ان کو مقام عطا کرے اور اپنا قرب دائمی اور وصل عطا فرما۔ آمین

(الفضل سے ماخوذ)

عظیم المرتبت آقا کے حضور گلہائے عقیدت

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان - دارالامان

وہ محسنِ روزگار!

وہ میدانِ تقریر کا بے مثل شہسوار، وہ دنیائے تحریر کا شہنشاہ، وہ سراپا حسنِ بے نظیر، وہ نورِ مجسم، وہ لاکھوں انسانوں کا محبوب آقا، وہ مصلحِ قلوب و روحانیت! وہ جس نے اکاون سال کا طویل ترعرصہ لاکھوں احمدیوں کے جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکومت کی۔ حکومت کی؟ یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ شاید یہ اظہارِ حقیقت سے کمتر درجہ کا اعتراف ہو۔ وہ تو لاکھوں دلوں کے اندر بسا ہوا تھا۔ رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ اس کی محبت گردشِ خون کے ساتھ ساتھ رگوں میں دوڑتی رہتی تھی — آہ! وہ محبوب آقا آج ہم میں نہیں ہے۔ وہ چلا گیا اپنے خالقِ حقیقی کے پاس۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں۔ اس پر لاکھوں سلام صبح و شام۔

ہماری زندگیوں میں ایسا دردناک سانحہ کب گزرا تھا اور کب گزرے گا جو ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو گزر گیا۔ یہ تو ایک اٹل تقدیر تھی کہ آخر ایک روز وہ اپنے نفسی نقطہ پر آسمان کی طرف اٹھایا جانے والا تھا لیکن یہ بھی تو ایک خدائی تقدیر ہی ہے کہ آج بھی ہر مخلص احمدی کے دل میں اس کی محبوب یاد موجود ہے۔ اپنے متعلق تو میں قسم کھا ہی سکتا ہوں لیکن میں حق الیقین کی بنا پر دوسرے لاکھوں مخلص احمدیوں کے متعلق بھی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اس محبوب کی یاد آتے ہی ان کے دل سوگوار ہو جاتے ہیں اور آنکھیں اشکبار۔!

وہ یگانۂ روزگار جس کی تعریف میں خالقِ ارض و سما نے بہترین و بلیغ الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس کی تعریف میں مجھ جیسا ہیچمداں اور کمتر و حقیر انسان بھلا کیا لکھ سکتا ہے۔ دیکھئے نا

"اس کے ساتھ فضل ہے"

یہ خدا تعالیٰ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ جس کے متعلق خدائے لم یزل خود یہ فرمائے کہ میرا فضل اس کے ساتھ ہے اس کے متعلق ان الفاظ سے بہتر الفاظ کوئی کس لغت سے تلاش کرے گا!!

"ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے"

یہ ہمارے روزگار کا سرمدی [illegible] ہے۔ جس نے خود اس محبوب و مقدس کو مقدس روح دی۔ سبحان اللہ یہاں میرے تو قلم کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی ہے۔ دنیا جہان کے لغت ان الفاظ سے بہتر الفاظ پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ ہم اگر زیادہ سے زیادہ کچھ کہنے کا حق رکھتے ہیں تو بس اسی قدر کہ اے ہمارے خدا۔ ہم تیری ہی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تیری یہ عظیم الشان پیشگوئی لفظاً لفظاً پوری ہوئی اور ہم نے خود اپنی آنکھوں سے اس مقدس وجود کے اندر تیری روح کو جلوہ فرما دیکھا۔ بلکہ اس نے تیری روح کو ہمارے اندر بھی ہمارے ظرف و ایمان کے مطابق زندگی بھر تقسیم فرمایا۔

"نور آتا ہے نور"

اس نور کی چکا چوند آج بھی تصوراتی ٹیلیویژن کے ذریعہ سے ان خوش نصیب آنکھوں میں موجود ہے جنہوں نے اس دلنواز محبوب کو دیکھا ہوا ہے۔ اس نور کی چمکدار مگر ٹھنڈی کرنیں نگاہوں کے ذریعہ سے دلوں میں اتر کر تسکینِ روحانی کا سامان بن جایا کرتی تھیں۔

اے قاری! آ میرے تصور کے ہم تصور ہو کر دیکھ! وہ دیکھ نماز مغرب کے وقت مسجد مبارک قادیان کی چھت پر مجلس علم و عرفان منعقد ہونے والی ہے سینکڑوں بیتاب و منتظر نگاہیں اس شمالی دروازے کے پردے پر لگی ہوئی ہیں۔ پلک جھپکے بغیر — جھپکے بغیر یہ تشنہ لباں اس ساقیٔ چشمۂ روحانیت کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھے ہیں — وہ دیکھ پردے کو جنبش ہوئی — وہ دیکھ بدرِ منیر طلوع ہوا — نور آتا ہے نور — دیکھا تو نے! مجلس کے ہر فرد کے پرسکون چہرے کو اب دیکھ۔ تو نے بیتاب نگاہیں دیکھی تھیں تو نے مچلتے ہوئے دلوں کو دیکھا تھا اب دیکھ ہر چہرے پر ایک تسکین بخش شادابی ہے۔ دیکھ لے خوش بخت انسان جی بھر کے دیکھ لے — ورنہ — ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کے بعد تیری اشکبار آنکھیں سارا ترسا کریں گی۔ تیرے دل میں درد کی ٹیسیں ہمیشہ لہریں لے لے کر اٹھتی رہیں گی۔!

وہ دیکھ مغرب کی نماز ختم ہوتے ہی چھوٹی چھوٹی چوبی چوکیاں بچھ گئیں۔ اور [illegible] پر وہ بدرِ منیر جلوہ افروز ہوا۔ علم و عرفان کا چشمہ ابل پڑا۔ تشنہ لبوں نے جرعے روحانیت بھر بھر کے پینے شروع کئے۔ چشمہ ابلتا رہا۔ جرعے لبالب بھرتے رہے تشنگی مٹتی رہی اور پیاس بجھتی رہی مجلس کے سینکڑوں افریقیوں خاموش اور مسحور ہو کر بیٹھے ہیں کہ سانسوں کی آمد و شد تک معلوم نہیں ہوتی۔ صرف ایک آواز آ رہی ہے اسی کی جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

"وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر
کیا جائے گا"

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ان روحانی مجالس کا رنگ اور کیف و سرور دیکھا ہے۔ جنہوں نے اس مقدس محبوب کے دہنِ مبارک سے علم و عرفان کے گلہائے رنگا رنگ جھڑتے دیکھے ہیں۔ ان حروف کا ناچیز راقم بھی ان میں سے ایک ہے بلکہ ناچیز کو یہ شرف بھی بحمد اللہ حاصل ہے کہ میں ان پھولوں کو سمیٹ کر لایا کرتا تھا تاکہ الفضل کے ذریعہ سے تقسیم کروں۔

وہ نورِ مجسم جب مجلس علم و عرفان سے اٹھ کر تشریف لے جاتا تو عالمِ محسوسات میں بھی میں نے دلوں کی گہرائیوں سے نکلتی ہوئی ان آوازوں کو ہمیشہ سنا کہ برحق فرمایا تھا خدائے عرش نے کہ

"وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر
کیا جائے گا۔"

دماغ سخت تردد میں ہے اور قلم بھید مشکل میں کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود یہ فرما دیا ہے کہ وہ مصلح موعود ایسا ہوگا کہ

كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

(جیسے خود اللہ تعالیٰ آسمان سے اتر آیا)

تو پھر ہمارے کہنے کو باقی کیا رہ گیا۔ اس سے بڑھ کر کون۔ کون گستاخ کوئی تعریف کرنے کا اپنے آپ کو اہل پا سکتا ہے۔ یہ مقام تو صرف آمنّا و صدّقنا کہہ دینے کا ہے۔ اٹھاؤ تو قاموس! ذرا لاؤ تو المنجد!! کھولو تو کوئی فرہنگ۔ ہیں کسی میں ان سے زیادہ کوئی پرشوکت تعریفی الفاظ؟ ہرگز نہیں!

میرا ایمان تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو پیشگوئیاں مامورین و مرسلین کے ذریعہ سے فرماتا ہے وہ اس کے زمانے کے وقت پوری ہو چکی ہوتی ہیں۔ صرف ایک تاخیر زمانی ہوتا ہے جو ان کے ظہور کے لئے مقدر ہے۔ یعنی مومن کا فرض یہ ہوتا ہے کہ [illegible]

ایمان لانے کے لئے پیشگوئی کے ظہور کا انتظار نہ کرے بلکہ اس کے صدور کے وقت ہی ایمان لے آئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرما دیا وہ تو قضائے آسمان بن گیا۔ اور ایمان کی معراج یہی ہے کہ ظہور کے وقت کا انتظار نہ کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ پیشگوئی ظہور کا انتظار کرنے والے کی زندگی میں پوری نہ ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دین کی نصرت کے لئے اپنی جماعت کو قربانیوں کی تلقین فرماتے ہوئے کس لطیف انداز میں فرمایا ہے ؎

مفت است ایں اجر نصرت دادمت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

یعنی اے احمدی! دین کی نصرت کرکے تو مفت میں اجر پا جائے گا ورنہ جہاں تک اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا تعلق ہے وہ تو ہو کر رہے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور قضائے آسمانی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہماری جماعت جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان و یقین کے اعلیٰ مقام پر قائم تھی ظہورِ مصلح موعود سے قبل ہی اس پیشگوئی پر ایمان لا چکی تھی اور اپنی قربانیوں کے معیار کو بلند تر کر چکی تھی تاکہ پیشگوئی کے ظہور کے دن کو قریب تر لا سکے۔ اور اپنی زندگیوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کس شان سے پورا ہوتا ہے کہ وہ مصلح موعود

"زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا"

۱۹۳۴ء میں اس مقدس انسان نے دلوں کو حرارتِ ایمانی سے گرما دینے والے خطبات کے ذریعہ سے جب تحریکِ جدید کا اجرا فرمایا تو جماعت کے مخلصین کی جیبوں میں پڑے ہوئے نوٹ جماعت کے خزانہ میں جانے کے لئے بیتابی سے پھڑپھڑانے لگے۔

میں نے "پانچ ہزاری مجاہدین" نامی کتاب بار ہا اپنے غیر احمدی اور غیر مسلم احباب کو پیش کرکے جب اس کی تفصیل بتائیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے یہ کہہ کر کہ کیا واقعی تختۂ زمین پر کوئی ایسی جماعت بھی موجود ہے جس کی قربانیوں کا یہ معیار ہے؟! پھر یوں بھی ہوا کہ بعض نے حیرت کے ساتھ یہ تصدیق چاہی کہ کیا یہ اعداد و شمار حقیقی ہیں؟ اور جب انہیں بتایا گیا کہ یہ تحریک اب تیسرے دور میں سے گزر رہی ہے تو استعجاب سے ان کی آنکھوں کی پتلیاں پھیلی کی پھیلی رہ گئیں۔

بیشک یہ ایک کمال ہے کہ ہماری جماعت نے قربانیوں کے اعلیٰ مقام پر قائم ہونے کی توفیق پائی۔ اور الحمد للہ کہ ہمیں یہ زمانہ نصیب ہوا۔ لیکن اصل کمال تو ہمارے اس عظیم المرتبت آقا (مصلح موعودؓ) کا ہے جس نے اپنی ساحرانہ خطابت کے ذریعہ سے جماعت کے قلوب کی کٹھالیوں میں حرارتِ ایمانی کو پگھلا دینے کے درجہ تک پہنچایا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ یوسف جس کے بھائیوں نے اس کی قیمت صرف تیرہ آنے لگائی تھی زمین کے کناروں تک نہ صرف خود شہرت پا گیا بلکہ جماعت کی جڑیں بھی مضبوط کر دیں۔ آج ہم بڑے طمطراق کے ساتھ جو یہ دعوٰے کرتے ہیں کہ

جماعتِ احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا

تو بخدا یہ اسی مصلح موعود کا کارنامہ ہے جس نے اپنے انفاسِ قدسیہ سے ایک گنجشکِ بے مایہ (چڑیا) کو وہ توانائی بخشی کہ وہ بازوں پر جھپٹ پڑی۔ اور ع

نوچ ڈالے پرِ شاہیں کے زریں تاج کے

کا ایمان افروز اور حیرت انگیز نظارہ نظر آنے لگا۔ اور ہندوستان کی چار دیواری میں محدود جماعت دیکھتے ہی دیکھتے سیدنا محمودؓ کے دم سے قوت و توانائی پاکر دنیا کے قریباً تمام ممالک میں احمدیت کا جھنڈا گاڑنے میں کامیاب ہو گئی۔ اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جو صرف

تیرہ آنے

کے سکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں اتنی برکت دی کہ وہ ایک کروڑ سالانہ بجٹ تک پہنچ گئے اور جماعت کے لاکھوں افراد عینی گواہ ہیں اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بہت شان و شوکت سے پورا ہوا کہ

"خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

اور یہ خدا تعالیٰ کے سایہ کی برکت ہی تو تھی کہ وہ پیشگوئی کے عین مطابق نہ صرف خود

"صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت"

ہوا بلکہ اس نے اپنی خداداد قابلیتوں، آسمانی برکتوں، مشفقانہ و مربیانہ تدبیروں اور اپنی نیم شبی دعاؤں سے اپنی جماعت کو بھی صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت بنا دیا۔ (اس کی بڑی ہی لطیف وضاحت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سال اپنے خطبہ جمعہ میں فرمائی تھی کہ جوں جوں جماعت اپنے معیارِ قربانی کو بلند کرتی چلی گئی توں توں اللہ تعالیٰ اسے کئی گنے اجر دیتا چلا گیا اور اسے معاشی و اقتصادی استحکام بخشتا چلا گیا۔) اس نے اپنی روحانی تاثیرات کے ذریعہ سے اور جماعت کے دلوں میں عظمتِ اسلام کا یقین راسخ کر کے فرش نشینوں کو اٹھایا اور انہیں عرش نشین بنا دیا۔

اے ندیم! تو پوچھتا ہے کہ اس کا مرتبۂ علم و فضل کیا واقعی بلند مرتبت تھا؟ اور میں تجھے بتاتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کے ظرف کو خود اپنے ہاتھ سے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کر دیا تھا تو اس میں کسی کلام کی گنجائش ہی کہاں رہ گئی۔ میں تجھے ایک عام فہم سی مثال دیتا ہوں۔ کسی پنجابی شاعر نے اپنے محبوب کے متعلق کہا ہے ؎

ٹُٹ جاندے مان حسیناں دے
جنہاں راہواں توں سوہنا لنگھ جاندا

یعنی وہ حسینانِ جہاں جو اپنے حسن پر نازاں ہوتے ہیں ان رستوں سے اگر میرا محبوب گزر جائے تو ان حسینوں کا غرور و تکبر ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔

علامہ نیاز فتحپوری جن کے علمی و ادبی پایہ کا سارا ہندوستان معترف ہے وہ کسی بڑے سے بڑے عالم اور مفسر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اپنی زندگی بھر وہ سارے ہندوستان کے علماء پر سخت ترین الفاظ میں تنقیدیں کرتے رہے۔ ان کی اپنی ایک انا تھی جو واقعی ناقابلِ شکست تھی۔ لیکن جب انہوں نے میرے آقا حضرت مصلح موعود کی بے نظیر تصنیف

تفسیر کبیر

کو بالاستیعاب پڑھا تو پھڑک کر رہ گئے اور ان کی وہ انا جس کی حفاظت وہ گزشتہ نصف صدی سے کر رہے تھے چور چور ہو کر رہ گئی۔ اور تفسیر کبیر سے متاثر ہو کر لکھا کہ

"حضرت کی تفسیر کبیر جلد سوم آجکل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعۂ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کا تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا"

(ملاحظات نیاز ص ۱۲۵)

اور پھر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر کیا کہ

"تفسیر کبیر دیکھنے کی چیز نہیں حرزِ جان بنانے کی چیز ہے"

(ملاحظات نیاز ص ۱۷۱)

یہی نہیں بلکہ لکھنؤ میں خاکسار سے تفسیر کبیر کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے علامہ نیاز صاحب نے یہاں تک فرما دیا کہ

"کاش! میری زندگی اب سے شروع ہوتی"

میرے ہم نشیں!

تو میرے ذاتی تاثر کے بارہ میں کیوں دریافت کر رہا ہے جبکہ میں تجھے اس محبوب کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ پرشوکت سندات دکھا رہا ہوں۔ لیکن چونکہ تیرا اصرار ہے کہ میں ذکرِ محبوب کے طور پر کچھ عرض کروں تو میں کہونگا کہ اس یگانۂ عصر کے اوصاف و کمالات کا احاطہ مجھ جیسا حقیر و ناچیز اور بے علم انسان کس طرح کر سکتا ہے۔ مجھے تو صرف قریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ اس عظیم المرتبت انسان کے قدموں میں بحیثیت زود نویس بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے جو کچھ دیکھا وہ یہی تھا کہ کچھ نہ دیکھ سکا۔ میری آنکھیں تو اس نور کے شدتِ ظہور سے ہمیشہ چندھیا جاتی تھیں اور پھر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی احمدی اس "صاحب شکوہ" کو بھی آنکھیں کھول کر اس نورِ مجسم کو بھرپور نگاہوں سے دیکھ سکتا تھا؟ حاشا و کلّا

ہاں میں مرعوب اور سہما ہوا سا حضورؓ کی پشت کی جانب بیٹھ کر حضور انور کے کلماتِ طیبات نوٹ کرتا رہا۔ (خطبات بھی۔ تقاریر بھی۔ اور مجلسِ علم و عرفان کی ڈائری بھی) حیرانی ہے، مسلسل گھنٹوں حضور کے فرمودات نوٹ کرنے کے لئے متحرک رہتا مگر میری دماغی کیفیت عجیب ہوتی تھی۔ وہ تقریر کیا ہوتی تھی۔ یوں جیسے دریا کی روانی — بہاؤ — اور مسلسل بہاؤ — کوئی ٹھہراؤ کوئی رکاوٹ نہیں — بغیر رکے — بغیر سوچے میرا محبوب روحانیت کے گوہر آبدار لٹاتا چلا جاتا تھا — میرا ہاتھ تو ان لعل و گہر کو سمیٹتا چلا جاتا تھا لیکن دماغ مسمریزم کے معمول کی طرح مسحور و ساکت رہتا تھا۔ اور بخدا میں نے تو ہمیشہ یہی محسوس کیا کہ صرف نطق اس رفیع المنزلت کا تھا ورنہ درحقیقت الفاظ خدا کے ہوتے تھے — میرے ندیم! تو شک میں کیوں پڑ گیا؟ ذرا کہو تو کسی انسان سے ۱۲۰ الفاظ فی منٹ کی رفتار سے بغیر سوچے۔ بغیر رکے تقریر کو گھنٹوں جاری رکھ کے دکھا دے!!

میرے ندیم! یادیں تو بے شمار ہیں لیکن اس وقت تو صرف اپنے محبوب مطاعؓ کے حضور گلہائے عقیدت کا حقیر نذرانہ پیش کرنا مقصود تھا۔

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں اس پر اور احمد کے خاندان پر اور اس کی اولاد پر۔ اور اس کے خدام پر۔ آمین

عہدِ خلافتِ ثانیہ کا ایک زرّیں کارنامہ — جماعتی تنظیم و استحکام

خورشید احمد انور

ایک عظیم اور المناک سانحہ

وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت انسان جو الحاد و دہریت کے اس پُر آشوب زمانہ میں بنی نوعِ انسان کے لئے امن و آشتی کا پیغام لے کر آیا اور اپنے مسیحی نفس کی برکت سے روحانیت کی تشنہ اور جاں بلب روحوں کو سیراب کر لیا۔ وہ جو اپنے سینے میں اسلام کا حقیقی درد اور سچی تڑپ رکھتا تھا۔ جس کی آنکھیں اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی کا نظارہ کر کے خدائے قادر و توانا کے حضور اشکبار ہو جاتی تھیں اور جو [illegible] امتِ مسلمہ کی اس بے بسی کا احساس کر کے پارہ پارہ ہو جاتا تھا۔ ہاں وہی موعود مسیح (فداہ نفسی و روحی) جسے خدا نے اس زمانے کا کامگار امام بنا کر مبعوث فرمایا اور جس نے

جو ہر اک سانس لیا دینِ محمدؐ کے لئے

[illegible]

ذرا اس کی المناک وفات کے سانحہ عظیمہ کو چشمِ تصور میں لائیے۔ اُف کتنا دردناک تھا وہ منظر جس نے ایک سنگدل سے سنگدل انسان کو بھی آنسو بہانے پر مجبور کر دیا۔ سوگوار اور غمگین انسانوں کا ایک ہجوم تھا جو ایک عرصہ تک اس مقدس انسان کی زندہ آخری صحبت سے فیضیاب ہوا۔ مگر اب اپنے روحانی باپ کی جدائی پر ایک یتیم و بے سہارا بچے کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ بیشمار دردناک اور دلدوز چیخیں اس سانحہ عظیمہ کی تاب نہ لا کر فضا کے آسمانی میں گونج رہی تھیں اور ہزاروں نگاہیں اس ناقابلِ برداشت حادثے پر خدائے ذوالعرش کی حضور سے تائید و نصرت کی ملتجی و طلبگار تھیں۔ الغرض کتنی ناپیدا کنار اور آزمائشوں سے پُر تھی وہ گھڑی جبکہ احساس ہوتا تھا کہ مومنوں کے دماغ جماعت کی آئندہ تنظیم اور اس کی شیرازہ بندی کی فکر میں غلطاں نظر آتے تھے۔

ایک مقدس عہد

مگر دیکھنے والوں نے اسی پس منظر میں تقریباً خاموشی کا ایک عجیب نظارہ بھی دیکھا اور تقریباً بیس برس کی عمر میں امید کی ایک کرن بھی انہیں نظر آئی۔ اس وقت جبکہ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا، ایک معصوم اور نوخیز نوجوان جو سب سے جُدا اور تمام قسم کے فکر و آلام سے بے نیاز اپنے مقدس باپ کے سرہانے کھڑا تھا اور اس کی معصوم زبان کمال عزم و حوصلہ کے ساتھ اپنے رب کے حضور یہ عہد و پیمان کر رہی تھی کہ

> کہ اگر تمام جماعت اس ابتلاء کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائے اور ساری کی ساری جماعت مرتد ہو جائے تب بھی میں اس صداقت کو نہیں چھوڑوں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لائے اور اس وقت تک (آپ کے مشن کی) تبلیغ جاری رکھوں گا جب تک کہ وہ صداقت دنیا پر قائم نہیں ہو جاتی

آسمانی بشارت

معصوم بچہ اور مقدس باپ کا یہ مبشر فرزند وہی پسرِ موعود تھا جس کے بارے میں خدائے حیّ و قیوم نے قبل از وقت یہ پُرشوکت بشارت دی تھی کہ

> "... نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا وہ جلد جلد بڑھے گا ... اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی"
>
> (سبز اشتہار)

مسیحِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرزندِ ارجمند نے کہاں تک اپنے عہد کو نبھایا اور اپنے باون سالہ بابرکت عہدِ خلافت میں جماعتی تنظیم و استحکام کی غرض سے کیا کیا عظیم الشان کارہائے نمایاں سرانجام دئے اس کی تفصیل کو اس موقع پر مختصراً بیان کرنا میرا مقصود ہے۔

استحکامِ خلافت

نظامِ خلافت اور اس کا استحکام ہر دو امور الٰہی جماعتوں کی بقاء کے لئے کتنی اہمیت رکھتے ہیں، اس کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے اسلامی تاریخ کا کسی قدر مطالعہ کیا ہے۔ درحقیقت یہی ایک بنیاد ہے جس پر آگے چل کر الٰہی سلسلوں کی تنظیم اور ان کے استحکام کی عمارت تعمیر ہوا کرتی ہے۔ آپ خلافتِ راشدہ اور اس کے مابعد وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا بغور مطالعہ کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ درحقیقت یہی وہ نعمت تھی جس کی بدولت مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد رہا اور ایک عظیم عالمی قوم ہونے کی حیثیت سے انہوں نے دنیا کو مذہبی، علمی، تمدنی اور اخلاقی اعتبار سے متاثر کیا۔ مگر جونہی خلافتِ اسلامیہ ملوکیت کے رنگ میں رنگین ہوئی کیا دینی اور کیا دنیوی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے قدم رفتہ رفتہ تنزل و انحطاط کی طرف اٹھنے لگے۔ اور آج دنیائے اسلام جس کس مپرسی اور ظلم و ستم کا شکار ہو رہی ہے وہ ہمارے لئے عبرتناک بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ آج کا ذی علم مسلمان کس شدت سے اس نعمتِ عظمیٰ کی کمی کو محسوس کر رہا ہے [illegible] اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ترکی کی برائے نام خلافت کے خاتمہ پر اقبال جیسے عظیم مفکر نے آنسو بہائے اور ہندوستان میں احیائے خلافت کیلئے تحریک بنام "تحریکِ خلافت" چلائی گئی۔

اس اعتبار سے سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا یہ کارنامہ تمام کارہائے نمایاں سے زیادہ اہم اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ آپؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس کے استحکام اور ثبات کی طرف توجہ دی۔ حضور نے اپنے عمل اور تصانیف و تقاریر کے ذریعہ نظامِ خلافت کی ضرورت و اہمیت اور اس کے برکات و فیوض کو اس قدر واضح اور بیّن کر دیا کہ آج ہمارے سلسلہ میں مسئلہ نبوت کے بعد اس سے زیادہ واضح اور کوئی مسئلہ نہیں۔ اور آج ہم علی الاعلان یہ کہہ سکتے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ اور خلافت دونوں لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ جماعت کے افراد میں نظامِ خلافت کو راسخ اور مستحکم بنانے کے لئے حضرت المصلح الموعودؓ نے افرادِ جماعت کو بارہا اس قسم کی تلقین فرمائی کہ

> "اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں اور بھی اونچا کرے اور اس جہان میں بھی اونچا کرے"
>
> (الفضل ۲۰ مئی ۱۹۵۹ء)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے جماعتِ احمدیہ کو خلافت کے ذریعہ ایسا مضبوط اور مستحکم کر دیا کہ سینکڑوں ابتلاؤں اور شورشوں کی آندھیوں کے باوجود پھر کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکی۔ خود حضور رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافتِ ثالثہ کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:-

> "پس میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفۂ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو گا تو اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی"
>
> (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء)

اندرونی و بیرونی فتنوں کا انسداد

اس ضمن میں آپ کا دوسرا عظیم اور سنہرا کارنامہ داخلی و خارجی فتنوں کا انسداد ہے۔

قارئین حضرات! یہ ایک خدائی قانون ہے کہ الٰہی جماعتوں کو مزید ترقیات سے ہمکنار کرنے کے لئے ہر زمانہ میں اندرونی و بیرونی فتنوں کا ظہور ہوتا رہا ہے اور یہ سچ ہے کہ کسی جماعت کی تنظیم و استحکام کا صحیح اندازہ بھی تبھی لگایا جا سکتا ہے جب وہ اسی قسم کے فتنوں سے بے نیاز ہو کر اپنے اصل مقصد میں کوشاں رہے۔ ان کی حالت تو اس امر کی آئینہ دار ہوتی ہے کہ ؎

> تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
> یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

خلافتِ ثانیہ کے بابرکت دور میں بھی اس قسم کے متعدد فتنے رونما ہوئے اور بے شمار مخالفت کی آندھیاں چلیں مگر حضورؓ کی خداداد ذہانت اور اولوالعزم قیادت کے طفیل اس غریب اور مٹھی بھر جماعت نے ہر موقع پر ان فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر آن جماعتی تنظیم کو قائم رکھنے اور شیرازۂ ملّی کو محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی چنانچہ ۱۹۱۴ء کے عظیم اور ہولناک ابتلاء کے بعد منکرینِ خلافت نے فتنہ برپا کیا۔ احرار نے جماعت اور اس کے مقدس امام کے خلاف اشتعال انگیزی کی ایک خطرناک مہم چلائی مگر بالآخر ناکام رہے۔ مصری فتنہ اٹھا اور جماعت کے شیرازہ کو بکھیر نہ سکا۔ ملکی تقسیم کے وقت جماعت کی اکثریت کو جماعت کے دائمی مرکز سے جانا پڑا اگر خلافت ہی کی برکت تھی کہ انہیں ایک دوسرے مرکز میں پھر سے جمع کر دیا۔ ۱۹۵۳ء [illegible] پھر مخالفینِ احمدیت نے اپنے [illegible]

نورِ حق کو بجھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھا۔ ایسے ہی ایک موقع پر حضورؓ نے معاندینِ حق و صداقت کو ان الفاظ میں للکارا کہ

"تم سارے مل جاؤ اور دن رات منصوبے کرو اور اپنے منصوبوں کو کمال تک پہنچا دو۔ اور اپنی ساری طاقتیں جمع کر کے احمدیت کو مٹانے کے لئے تل جاؤ پھر بھی یاد رکھو تم سب کے سب ذلیل اور رسوا ہو کر مٹی میں مل جاؤ گے تباہ و برباد ہو جاؤ گے اور خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا نے مجھے جس راستہ پر کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے اور جو تعلیم مجھے دی گئی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ر مئی ۳۵ء)

الغرض متعدد خطرناک اور ہلاکت خیز طوفان اٹھے مگر کشتیٔ احمدیت کا یہ ناخدا بڑی پامردی اور جرأت و دلیری کے ساتھ احمدیت کی ناؤ کو آگے ہی آگے بڑھاتا رہا۔ اور خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ پودا پروان چڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مولانا ظفر علی خاں جیسے شدید مخالف بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:۔

"یہ (جماعت احمدیہ) ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلی نظر آتی ہیں"

(اخبار زمیندار ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء)

مرکزی تنظیم و استحکام

حضرت فاروقِ ثانی فضل عمرؓ کا تیسرا محیر العقول اور درخشندہ تنظیمی کارنامہ جماعت کی شیرازہ بندی اور تنظیم ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس شعر کی اگر جیتی جاگتی تصویر اس زمانہ میں پیش کی جا سکتی ہے تو بس احمدیہ جماعت کی اس تنظیم ہی سے ہے۔

صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی جا چکی تھی جو محدود قسم کا کچھ کام کرتی چلی آ رہی تھی مگر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے صدر انجمن احمدیہ کی کارکردگی اور معیارِ افادیت کو زیادہ بلند کرنے کے لئے ۱۹۱۹ء میں نئے ڈھنگ سے اس کی تشکیل فرمائی اور مختلف نظارتوں کی شکل میں اس کے مفوضہ کام کی تقسیم فرمائی۔ اس مرکزی نظام کے استحکام کے ساتھ ہی حضورؓ نے مقامی جماعتوں کی تنظیم اور مرکز سے ان کے روابط کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے لوکل انجمنیں یا مجالسِ عاملہ قائم فرمائیں جن میں امراء پریذیڈنٹ اور صدر انجمن کے اہم شعبوں کی طرح الگ الگ سیکرٹریان کا تقرر فرمایا تا کہ جماعت کے افراد جہاں بھی رہیں ایک باقاعدہ تنظیم کی سلک میں منسلک رہیں۔ اور سب کے سامنے ایک معین لائحہ عمل رہے۔ غرضیکہ آپ نے مرکزی تنظیم کو اس قدر مضبوط و مربوط کر دیا کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی اس کا لوہا مان گئے۔

ذیلی تنظیموں کا قیام

حضرت فضل عمرؓ نے جہاں جماعتی تنظیم کو مضبوط بنانے کے لئے مرکزی نظام کو زیادہ وسیع اور مستحکم بنایا وہاں جماعت کے مختلف طبقوں کی مؤثر رنگ میں تربیت کرنے اور انہیں مستقبل کی اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بنانے کے لئے حضور نے مختلف تربیتی تنظیمیں جاری فرمائیں جن کا مختصر تعارف یہ ہے

لجنہ اماء اللہ۔ حضور رضی اللہ عنہ نے احمدی مستورات کی تنظیم و تربیت کے لئے لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا۔ تربیت اولاد کی جو ذمہ داری ماؤں پر عاید ہوتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ یہ تنظیم مستورات کو اس فرض کے بطریقِ احسن انجام دینے میں مدد دیتی ہے

ناصرات الاحمدیہ۔ آج کی بچیاں کل قوم کی مائیں ہوں گی۔ اور ان پر مستقبل میں قوم کی طرف سے وہی ذمہ داریاں عاید ہوں گی جو لجنہ اماء اللہ پر عاید ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کو لجنہ اماء اللہ کا بہترین وجود بنانے کے لئے حضور نے ناصرات الاحمدیہ کے نام سے ایک علیحدہ تنظیم قائم فرمائی۔

انصار اللہ۔ اسی طرح جماعت کے بزرگوں کی تربیت و تنظیم کے لئے مجلس انصار اللہ قائم فرمائی جس کے فرائض میں نئی نسل کی تربیت و نگرانی بھی شامل ہے۔ یہ جماعت کے ان بزرگوں کی تنظیم ہے جن کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو۔ اور یہ اسی بابرکت تنظیم کا نتیجہ ہے کہ اس کے طفیل جماعت کے بوڑھے بھی جوان بنے ہوئے ہیں۔

خدام الاحمدیہ۔ پھر پندرہ سال سے اوپر اور چالیس سال کی عمر سے نیچے والے طبقہ کی تربیت کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔ جس نے مختلف مواقع پر اہم ملی اور رفاہی کارنامے سرانجام دئے اور ملک کے سنجیدہ طبقہ نے ان کی خدمات کی برملا تعریف کی۔ یہ تنظیم خدام کو بہترین انسان بنانے میں کوشاں ہے اور یہ امر ہر وقت انہیں یہ بات یاد دلاتا رہتا ہے کہ وہ خادم ہیں مخدوم نہیں۔

اطفال الاحمدیہ۔ اسی طرح حضورؓ کی دوربین نگاہوں نے اس حقیقت کو بھانپ لیا کہ "طفلِ امروز قائدِ فردا"۔ یعنی آج کا بچہ ہی کل قوم کا قائد و رہنما بنے گا۔ چنانچہ معمر مرد و زن اور نوجوان بچوں بچیوں کے علاوہ احمدیت کے نوعمر، نوخیز اور نونہال فرزندوں کی ایک علیحدہ تنظیم قائم فرمائی۔ اطفال الاحمدیہ سات سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں ہی کی تنظیم کا نام ہے جو انہیں بہترین خدام بننے میں مدد دیتی ہے۔

الغرض یہ تمام ہر لحاظ سے مکمل و مضبوط تنظیمیں ہیں جو جماعت کے تمام طبقوں میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے اور انہیں اپنے فرائض کو بطریقِ احسن انجام دینے کے قابل بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ حضرت فضل عمرؓ کا یہ ایک ایسا قابلِ تحسین کارنامہ ہے جس کی داد ہر دوست و دشمن نے دی۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ چنانچہ ایک مخالف اور نہایت ہی متعصب جریدہ اس طرح رقمطراز ہے

"عیسائیوں کی جماعت، جماعتِ احمدیہ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ احمدی جماعت کا نظام ایک مضبوط سے مضبوط گورنمنٹ کے نظام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کے ہر شعبہ میں اس قدر باقاعدگی، ضابطہ داری اور اصول پرستی ہے جس قدر کہ گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں ہوا کرتی ہے لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبارات میں چھپ رہی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو ہمیشہ تازہ رکھیں گی" (پیسہ اخبار [illegible])

مجلسِ مشاورت کا قیام

مرکزی اور تربیتی نظاموں کے علاوہ جماعتی تنظیم و استحکام کو اور زیادہ مؤثر بنانے کے لئے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا پانچواں سنہری کارنامہ مجلسِ مشاورت کا قیام ہے۔ اسلامی معاشرہ میں قومی امور کو باہمی مشورہ سے طے کرنے کی جس قدر تلقین کی گئی ہے وہ اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانہ میں گو باقاعدہ مجلسِ شوریٰ قائم نہ تھی تاہم جلسہ سالانہ کے ایام میں ہی جماعتوں کے نمائندوں سے مشورہ لے لیا جاتا تھا۔ ۱۹۲۲ء میں حضورؓ نے جماعتی تنظیم و استحکام کے لئے اسے باقاعدہ قائم فرمایا اور جماعت کے مختلف طبقوں کو نمائندگی کا حق دیا۔

اس کی بدولت افرادِ جماعت میں احساسِ ذمہ داری اور خدمتِ اسلام کا جذبہ پیدا ہونے میں مدد مل رہی ہے۔ تبلیغِ اسلام کا جائزہ۔ اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا حل تلاش کرنا۔ آمد و خرچ کا بجٹ پاس کرنا اور نئے سال کا لائحہ عمل تجویز کرنا اس مجلس کے اہم فرائض میں شامل ہے

یہی وہ جماعتی تنظیم و استحکام تھا جس نے جماعت کے بڑے سے بڑے دشمن کے دل میں بھی اپنی دھاک بٹھا دی۔ اور مفکرِ احرار چوہدری افضل حق بھی جو کسی زمانہ میں جماعت احمدیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے بلند بانگ دعوے کیا کرتے تھے بالآخر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

"جس قدر روپیہ احرار کی مخالفت میں قادیان خرچ کر رہا ہے اور جو عظیم الشان ذرائع اس کی پشت پر ہیں وہ بڑی سے بڑی سلطنت کو بھی پل بھر میں درہم برہم کرنے کے لئے کافی ہے"

(اخبار مجاہد ۱۵ر اگست ۳۵ء)

قیامِ تحریکِ جدید

جماعتی تنظیم و استحکام کو زیادہ سے زیادہ وسعت دینے کے لئے آپؓ کا چھٹا عظیم الشان اور سنہری کارنامہ جو درحقیقت آپ کے دورِ زریں کا عظیم ترین کارنامہ ہے تحریکِ جدید جیسی اہم بالشان تحریک کا اجراء ہے۔ ۱۹۳۴ء میں جب احرار نے بزعمِ خود قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا ارادہ [illegible] حضور نے ایک [illegible] اور بابرکت تحریک کی بناء ڈالی۔ جس نے چند سالوں ہی میں [illegible] کی عظیم طاقت کو پاش پاش کر دیا اور معاندینِ اسلام کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس تحریک کی غرض و غایت حضور نے یوں بیان فرمائی:۔

"تحریکِ جدید تو اس لئے جاری کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہمارے پاس اتنی رقم جمع ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی اور سہولت کے ساتھ پہنچایا جا سکے"

(خطبہ جمعہ ۷ر نومبر ۴۲ء)

اور یہ اسی بابرکت تحریک کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے مبلغین مشن عیسائیت کا طلسم توڑنے اور دنیا کو اسلام کے شیریں چشمہ سے سیراب کرنے میں مصروف ہیں اور اس وقت تک دنیا بھر کے ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قریباً چار صد مساجد تعمیر کی جا چکی ہیں اور نئی نسل کو مادیت کے زہریلے اثرات سے بچانے کے لئے احمدیہ سکولوں اور کالجوں کے ذریعہ اسلامی تریاق مہیا کیا جا رہا ہے اور اس روحانی نظامِ اسلام کو وسیع تر کرنے کے لئے دنیا کی مختلف زبانوں میں [illegible] اخبارات و رسائل جاری ہیں۔ اور ساری دنیا کو آنحضرت صلعم کے جھنڈے تلے لانے کے لئے دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے کا پروگرام زیرِ عمل ہے۔ اور اب تک دنیا کی چودہ زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر [illegible] ہے۔

اللہ تعالیٰ حضورؓ کے قائم فرمودہ اس نظام کو مضبوط تر بنائے اور ہمیں ان پر دل و جان سے عمل کرنے کی توفیق دے اور حضورؓ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین

حضرت المصلح الموعودؓ کا ایک پُر عظمت کارنامہ

مقام خلافت کا تحفظ

از محترم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

خلافت کی اہمیت

قرآن کریم نے اسلامی تمدن و معاشرت کی جو پاکیزہ و بے نظیر تعلیم دی ہے اس کا مرکز [illegible] ہے اور سورۂ نور کا مرکزی [illegible] خلافت راشدہ کے مقدس مقام کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا اسلامی معاشرہ کی تکمیل خلافت راشدہ کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اور خلافت راشدہ کے تحفظ و دوام کا عظیم کارنامہ الٰہی نوشتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا اور یہی وہ فتح اور ظفر کی کلید ہے جس سے کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوا اور حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ گیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

صحابیت

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کامل کی پیشگوئی کی گئی ہے جن کے صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ قرار دیا گیا ہے اور یہ ایک نہایت ایمان افروز اور معجزانہ مماثلت صحابہ کرام اور جماعت احمدیہ کے [illegible] پائی جاتی ہے، کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے معاً بعد صحابہ کرام کے دو متفقہ اجماع [illegible] اوّل وفات مسیح دوم تقرر خلافت اور جماعت احمدیہ کا نعرۂ امتیاز بھی دو ایمانی [illegible] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قرآن کریم کی آیت سے یہ استدلال کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء کرام وفات پا چکے ہیں صحابہ کرام نے تسلیم کر لیا تھا۔ اگر اس وقت کسی صحابی کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] ہیں تو وہ فوراً اس کی تردید کر [illegible] کرام کا [illegible] پر [illegible]

عظیم الشان اجماع ہوا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اسی طرح دوسرا اجماع تقرر خلافت پر ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ پر خلافت راشدہ کا آغاز ہوا لیکن آج جماعت احمدیہ کے سوا باقی تمام مسلمان [illegible] سے محروم ہیں۔ نہ وہ بحیثیت جماعت اور فرقہ وفات مسیح کے قائل بن سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں خلافت راشدہ کا قیام ہے اور اس طرح حدیث نبوی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی کے مطابق آج صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے قدم بقدم چل رہی ہے۔ وفات مسیح کے ذریعہ سے کسر صلیب اور دجالی فتنوں کا قلع قمع ہو رہا ہے۔ اور خلافت راشدہ کے ذریعہ سے صالح اسلامی معاشرہ پروان چڑھ رہا ہے جبکہ غیر احمدی ان دونوں نشانات سے تہیدست، عاری اور محروم ہیں اس لئے وہ بیرونی طور پر صلیبی اور دجالی فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں اور اندرونی انتشار نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ اور یہ ایک نہایت پُر عظمت، تعجب انگیز اور قلوب پر اثر ڈالنے والی تاریخی حقیقت ہے کہ صحابہ کرام کے ان دو مخصوص اجماعوں کے باوجود ان دو امور میں بعد میں آنے والے مسلمانوں نے بڑی بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یہاں تک کہ چودھویں صدی کے آغاز تک مسلمانوں کے تمام فرقے حیات مسیح کے قائل ہو چکے تھے۔ اور خلافت راشدہ بھی صدا بصحرا دکھائی دے رہی تھی۔ حالانکہ یہ دونوں اجماع اتنی بڑی اہمیت رکھتے ہیں کہ آج اسلام کا عالمگیر غلبہ اور مسلمانوں کی عالمگیر معاشرتی اور تمدنی شیرازہ بندی انہی دو نکات سے وابستہ ہے جس کا ثبوت آج جماعت احمدیہ کے وجود میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ دو بار آفریں، اثر انگیز اور نکات معرفت سے بھرپور مماثلت ہے جو جماعت احمدیہ اور صحابہ کرام کے مابین پائی جاتی ہے۔ کوئی سنجیدہ اور انصاف پسند انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

ایک امتیاز

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسئلہ وفات مسیح کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید و نصرت اور الٰہی نوشتوں کے مطابق کچھ اس انداز سے واضح اور حل فرمایا ہے کہ کیا عیسائی اور کیا مسلمان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بجسد عنصری یقین کرتے تھے آج اس مسئلہ کے سامنے سرنگوں دکھائی دیتے ہیں اور دوسری جانب کوئی شخص احمدی کہلا کر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ پیغامی لوگ خود کو احمدی کہتے ہیں۔ انہوں نے مسئلہ نبوت، مسئلہ خلافت اور مصلح موعود وغیرہ متعدد مسائل میں جماعت احمدیہ سے اختلاف کیا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بجز ایک مسئلہ کے باقی تمام اہم اختلافی مسائل میں وہ لوگ غیر احمدیوں کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن ایک عقیدہ ایسا ہے جس میں وہ اختلاف نہیں کر سکتے۔ وہ وفات مسیح کا ہی عقیدہ ہے پس دور حاضر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ ایک نہایت پُر شوکت گرز عطا فرمایا ہے جو صلیبی اور دجالی عقائد و وساوس کو پاش پاش کر رہا ہے۔

دوام خلافت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے "وفات مسیح" کو واضح اور مبرہن فرمایا ہے کہ کوئی اندھیرا باقی نہیں رہا اسی طرح حضور کے حسن و احسان میں نظیر پسر موعود حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں نے خلافت راشدہ کو ایسا تحفظ اور دوام عطا فرما دیا کہ کوئی شخص حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی صداقت کا اقرار کرنے کے بعد نظام خلافت سے باہر نہیں رہ سکتا۔

فتنہ عظیمہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا جبکہ خلفاء کا بغیر شرعی نعرہ بلند کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں فتنوں نے اور بھی خطرناک صورت اختیار کر لی اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خلافت راشدہ کا خاتمہ ہو گیا۔

بعد میں آنے والے مورخین نے حضرت عثمان کے عہد خلافت میں پیدا ہونے والے فتنے کی ذمہ داری بعض صحابۂ کرام پر بھی ڈالی ہے۔ اور خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مقدس ذات پر بھی بعض اعتراضات کئے ہیں اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کی طرف سے خلفائے راشدین پر طرح طرح کے بہتان باندھے گئے ہیں۔ اہل تشیع تو نہ صرف یہ کہ خلفائے ثلاثہ کو مانتے نہیں ہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں پر تبرا کرنا بھی ضروری یقین کرتے ہیں۔ باقی مسلمان مورخین اور اہل علم حضرات نے بھی کچھ اس انداز سے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت کو پیش کیا ہے کہ خلافت راشدہ کا امتیاز و وقار ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے مسلمانوں نے مسئلہ خلافت کے متعلق بہت اختلاف کیا اور خلافت راشدہ کے پُر عظمت مقام کو سمجھنے میں ٹھوکریں کھائی ہیں جس کے نتیجہ میں امت محمدیہ تیرہ سو سال تک خلافت راشدہ کے مقدس نظام سے محروم رہی اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی قریب قریب مسئلہ حیات و وفات مسیح کی ڈگر پر چل پڑا۔ اور مسلمان آہستہ آہستہ اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت سے دور جا پڑے اور ان کا ملی شیرازہ بکھر گیا۔

پہلا کارنامہ

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے استحکام خلافت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں ان کے دو پہلو ہیں۔ اوّل خلافت علیٰ منہاج النبوۃ بعد وصال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پرانی غلط فہمیوں کا ازالہ۔ دوم خلافت علیٰ منہاج النبوۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا استحکام [illegible]

جیسا کہ بتایا گیا ہے خلافت راشدہ اولیٰ کے متعلق تیرہ سو سال تک مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان خطرناک غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام پر ایسے اعتراضات کئے جاتے تھے کہ جن کا جواب دینے کے لئے کوئی تیار نہ تھا۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم اور احادیث کی پیشگوئیوں اور تاریخی واقعات کو علم درایت کی کسوٹی پر پرکھ کر مقام خلافت

پر کھڑے ہو کر عملی طور پر بھی اس انداز سے اعتراضات کا جواب دیا اور ان اعتراضات کا مدلل اور مسکت رد فرمایا ہے، کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس سلسلہ میں حضور کی تصنیف لطیف "اسلام میں اختلافات کا آغاز" میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہونے والے فتنوں کا تجزیہ کیا گیا ہے اور یہ بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ خلافتِ راشدہ میں پیدا ہونے والے فتنوں کی ذمہ داری نہ تو خلفائے راشدین پر عاید ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے ذمہ دار صحابہ کرام تھے۔ بلکہ یہ سب فتنہ منافقین اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے والے غیر تربیت یافتہ ایرانی نو مسلموں اور غیر مسلموں کی شرارت اعداء کا نتیجہ تھے۔ اور کچھ دوسری وجوہات بھی تھیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

یہ تصنیف درحقیقت حضورؓ کی ایک معرکۃ الآراء تقریر ہے جو حضور نے اوائل زمانۂ خلافت میں "مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی" اسلامیہ کالج لاہور کے زیرِ اہتمام کئی ہزار کے مجمع میں بیان فرمائی تھی اور بڑے بڑے مدبرین اور تاریخ دان اس تقریر پر عش عش کر اٹھے تھے۔ اس تقریر کو اتنا قبول کیا گیا کہ کتابی صورت میں بھی شائع کیا گیا اس کی اشاعت بھی ہوئی جناب سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر تاریخ اسلامیہ کالج لاہور عمل میں آئی۔ موصوف اسی تصنیف کی تمہید لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شد بد ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز)

دوسرا محاذ

دوسرا محاذ جماعتِ احمدیہ میں قائم ہونے والی خلافت علیٰ منہاج النبوت کو استحکام اور دوام بخشنے کا ہے۔ حضرت اقدسؓ نے اس سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے ہیں ان میں سے نمایاں حیثیت اس بات کو حاصل ہے کہ حضور نے آئندہ آنے والے خلفاء کرام کے راستوں میں جو رکاوٹیں پیدا ہو سکتی تھیں ان رکاوٹوں کا پوری طرح قلع قمع فرما دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے عہدِ خلافت میں ہی بعض "اکابر" نے خلافتِ احمدیہ کے متعلق ریشہ دوانیاں شروع کر دی تھیں لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث خلافت علیٰ منہاج النبوت میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے موقعہ پر خلافت کے دوام کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "الوصیت" میں "دائمی" کا لفظ بالوضاحت استعمال فرمایا تھا۔ اور اس کا سہرا روزِ ازل سے مسیح موعودؑ کے حسن و احسان میں نظیر بیٹے المصلح الموعود کے سر بندھنے والا تھا اس لئے عین عنفوانِ شباب میں ہی سیدنا "محمود" نے باغیانِ خلافت کی سرکوبی شروع فرما دی تھی۔ آخر خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے موقعہ پر "بلی تھیلے سے باہر نکل آئی" اور منکرینِ خلافت نے ایک مستقل محاذ قائم کر لیا اور پوری شدت کے ساتھ خلافتِ ثانیہ پر تیر برسانے شروع کر دئے۔ لیکن برکاتِ خلافت کا وہ راز جسے قرآن و حدیث نے بیان فرما دیا تھا اور صحابہ کرام کے دوسرے اجماع میں بھی اس کی تائید و تصدیق ہو گئی تھی۔ اب اس راز کو کامل انکشاف کے بعد دوام حاصل ہونے والا تھا۔ بعد اس کے کہ وہ تیرہ سو سال کے دبیز پردوں میں مستور ہو چکا تھا۔ اس لئے خلافتِ ثانیہ میں پیدا ہونے والا ہر اندرونی اور بیرونی فتنہ مسئلہ خلافت کو زیادہ راسخ مبرہن اور مستحکم کرتا چلا گیا۔ اور آج سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ اپنا کام ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے ہیں تو جماعتِ احمدیہ اس شان پر فائز ہو چکی ہے کہ جس طرح بفضلہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ کا ہر فرد وفاتِ مسیح کو کبھی بھول نہیں سکتا۔ اسی طرح اس مقدس جماعت کا ہر فرد اس یقین پر قائم ہے کہ خلیفہ خدا بنایا کرتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت خلیفۂ راشد کو معزول نہیں کر سکتی۔ اور یہ جماعت مسئلہ خلافت اور دوامِ خلافت کو کبھی بھول نہیں سکتی۔ اور اس کے لئے جماعت اپنی جان مال اور عزت ہر وقت قربان کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ اور یہ سب کچھ درحقیقت آیتِ استخلاف کے اثراتِ بلیغ کا نتیجہ ہے۔

ایک چشم دید واقعہ

اس موقعہ پر ایک چشم دید واقعہ بیان کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ مجلس علم و عرفان قادیان دار الامان جو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں منعقد ہوا کرتی تھی اس میں باہر سے آنے والے مہمان اکثر حضرت اقدس کے مصافحہ سے شرف یاب ہوا کرتے تھے اور حضور انور نہایت لطیف اور ایمان افروز پیرایہ میں عرفان و حکمت کے موتی بکھیرا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم یا غیر احمدی مہمان نے سوال پیش کیا کہ جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے تو یہ باڈی گارڈ آپ کی حفاظت کے لئے کیوں مقرر کئے گئے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ بلاشبہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی حقیقی حفاظت فرماتا ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم پر یا فرد پر کوئی انعام نازل فرماتا ہے تو اس انعام کے قیام و بقا کے لئے ذمہ داری بھی اسی کے مطابق اس قوم پر ڈالی جاتی ہے۔ اور اگر وہ فرد یا قوم اپنی ذمہ داری کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتی ہے تو وہ انعام اس سے چھین جاتا ہے۔ پس جماعتِ احمدیہ خلافت کو بہت قیمتی متاع یقین کرتی ہے۔ اس لئے وہ اس انعام کو زیادہ دیر تک قائم رکھنے کے لئے حتی الوسع حفاظتی تدابیر پر عمل کر کے اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیتی ہے اور کسی چیز کی حفاظت اس کی اہمیت کے مطابق ایک ذی عقل انسان کیا کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یکے بعد دیگرے تین خلفائے راشدین دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور بعد میں یہ انعام بھی ایک لمبے عرصہ کے لئے مسلمانوں سے چھین گیا تو کیا اس مہیب تجربہ کے بعد بھی مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں گی۔

خلافتِ راشدہ کے قیام و بقا کے لئے ایمان بالخلافت رکھنے والے مومنین کی ذمہ داری کو تاریخی حقائق کی روشنی میں حضور انور نے اس واقعہ میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے کیونکہ خلافت ایک نہایت پر عظمت قومی انعام ہے اسلئے ایمان بالخلافت رکھنے والے مومنین کا اولین فرض ہوتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں پوری طرح ہوشیار اور سینہ سپر رہیں۔ یہی وہ بیش قیمت انعام ہے جس کی تعیین حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ایک پیشگوئی کے طور پر رسالہ "الوصیت" میں کر دی گئی تھی۔

اس عظیم الشان کام کی تکمیل ایک ہی عظیم انسان کے ہاتھوں مقدر تھی جو حضور کی ذریت میں سے ہے اور حضور نے اس کے لئے جماعت کو دعا میں لگے رہنے کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔ فرمایا:-

"سو خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔"

(الوصیت صفحہ)

چنانچہ تاریخ احمدیت سے ثابت ہے کہ انفرادی دعاؤں کے علاوہ اجتماعی دعائیں بھی اسی مقصد کے لئے جماعت نے کیں۔ حضور فرماتے ہیں:

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے سو ان دنوں کے منتظر رہو"

(الوصیت صفحہ)

یہ سب باتیں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک ذات میں اظہر من الشمس ہو کر مشاہدہ میں آ چکی ہے۔ پھر حضور فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب مل کر کام کرو۔"

(الوصیت صفحہ)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے دورِ خلافت میں سب مل کر کام کرتے رہے اور المصلح الموعودؓ چونکہ تحفظ دوامِ خلافت کے لئے کھڑے ہوئے تھے اس لئے حضور کا دورِ خلافت پر جلال ثابت ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سب فرمودات حضور کے ذریعہ پورے ہوئے۔ اور حضور نے خلافت کے تحفظ کا عظیم الشان کارنامہ نہایت عمدگی سے انجام دیا۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولادوں کو خلافتِ راشدہ کے نہایت بابرکت نظام کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رکھے اور ہمیں کامل اطاعت کی توفیق دے۔ آمین

"شانِ مصلح موعود" .... بقیہ اداریہ صفحہ ۲

علیہ السلام کے اصل منصب اور رتبہ کو کم کرنے اور آہستہ آہستہ پھر خصوصیاتِ احمدیت کو بھی چھوڑنے لگے ......!

یہ ہے کسی قدر تفصیل مسیح موعود علیہ السلام کے بعد مصلح موعود کے کھڑا کئے جانے کی ضرورت و اہمیت کی۔ خدا تعالیٰ نے اس بہت بڑے فتنہ اور بہت بڑے فساد کی اصلاح کے لئے ٹھیک وقت پر مصلح موعود کو کھڑا کرکے جماعت کو خلافت کی ایک مضبوط چٹان پر محفوظ کردیا۔ اور خوارج کے طریق پر ان لوگوں کی وہ مکروہ کوشش جس کے سبب جماعتِ احمدیہ سے نظامِ خلافت ہی کو مٹا دینے کا منصوبہ بنا کر اُٹھے تھے۔ یہ مصلح موعود ہی کی اولوالعزم بلند شخصیت تھی کہ اس زمانہ کے خوارج کی سرکوبی آپ ہی کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ اور استحکامِ خلافت کا جو شاندار کارنامہ حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ سرانجام پایا۔ اس سے مصلح موعود کی شان نہایت درجہ بلند ہو کر ہر قدردان کے دل میں آپؓ کی عزت و توقیر قائم ہو جاتی ہے۔ اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جائے گا۔ یہ عزت و احترام کا جذبہ بڑھتا ہی چلا جائے گا...... انشاء اللہ ✤

قادیان میں عید کی قربانیاں

دوست جلد اطلاع دیں

حسبِ سابق اس سال بھی عید الاضحیہ کے موقعہ پر بیرون جات کے احباب جماعت کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ایسا کرنے سے ایک تو آسانی کے ساتھ اُن صاحب کے ذمہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی قربانی کے گوشت سے قادیان میں مقیم احباب استفادہ کر سکتے ہیں۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ دوستوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے لئے قربانی کے جانور کی رقم جلد از جلد مجھے بھجوا دیں۔ تاکہ انتظام میں سہولت رہے۔ اس وقت قادیان میں قربانی کے جانور کی قیمت کم از کم ۱/۸۵ روپے ہے۔

امیر جماعت احمدیہ قادیان

محترم میاں عطاء اللہ صاحب سابق امیر جماعت کا انتقال

محترم میاں عطاء اللہ صاحب وکیل سابق امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی چند سال قبل اپنے بچوں کے پاس کینیڈا چلے گئے تھے۔ ایک سال سے شدید بیمار رہتے۔ آپ کا علاج درمیانی عرصہ میں امریکہ میں بھی کرایا گیا۔ لیکن مشیّتِ الٰہی غالب آئی اور آپ نے اپنی جان ۲۷ صلح (جنوری) کو جان آفرین کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے صاحبزادے محمود صاحب نے لکھا ہے کہ ۲۶ کو بخار اور کھانسی ہوگئی۔ شفاخانے گئے۔ بتایا گیا کہ نمونیہ ہے، دوائیں دیتے ہیں، گھر لے جائیں۔ تندرست ہو جائیں گے۔ لیکن چند لمحوں میں کھانسی اٹھی اور ساتھ ہی یکدم قلب بند ہوگئی۔ دو دن قبل کا آپ کی قلم سے نوشتہ مکتوب آپ کی ایک عزیزہ نے آپ کی وفات کا ذکر کرکے حوالہ ڈاک کیا۔ جس میں اپنے شدید ضعف اور علاجوں کے کارگر نہ ہونے کا ذکر تھا۔ آپ سلسلہ کے ایک فدائی۔ مفید اور مخلص فرد تھے۔ بعد تقسیم ملک راولپنڈی کی امارت کے علاوہ تقسیم ملک سے قبل بھی کئی قسم کی خدمات سلسلہ کی آپ نے توفیق پائی تھی۔ احباب آپ کی مغفرت اور رفع درجات اور آپ کے اہل و عیال کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا کرے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار

ملک صلاح الدین ایم۔اے۔ مؤلف اصحابِ احمد قادیان

خط و کتابت کرتے ہوئے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں!

(مینیجر)

چندہ اخبار ختم ہے

مندرجہ ذیل خریداران اخبار بدر کا چندہ ماہ امان ۱۳۴۸ ہش (مارچ ۱۹۶۹ء) میں کسی تاریخ کو ختم ہو رہا ہے۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اوّلین فرصت میں ایک سال کا چندہ مبلغ آٹھ روپے بھجوا کر ممنون فرما دیں تاکہ اُن کے نام اخبار جاری رہ سکے۔ اگر اُن کی طرف سے چندہ موصول نہ ہوا تو چندہ ختم ہونے کی تاریخ کے بعد اُن کے نام اخبار بدر کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔

اُمید ہے کہ اخبار کی افادیت کے پیشِ نظر تمام احباب جلد رقم ارسال کرکے ممنون فرمادیں گے۔ اِن احباب کو بذریعہ خط بھی اطلاع دی جا رہی ہے۔

مینیجر اخبار بدر قادیان

خریداری نمبر	اسماء خریداران	خریداری نمبر	اسماء خریداران
۱۰۳۷	مکرم سید محمد عقیل صاحب	۱۵۵۹	مکرم محمد یوسف علی خان صاحب
۱۰۹۶	″ ایس اے رضی اللہ صاحب	۱۶۱۲	″ سید بشیر احمد صاحب
۱۱۲۵	میسرز منیر اینڈ کو	۱۶۲۹	″ انوار محمد صاحب راٹھ
۱۱۲۷	″ عبدالمجید صاحب ناصر	۱۶۸۴	مکرمہ خدیجہ بیگم صاحبہ
۱۱۳۱	″ جی احمد صاحب بنگال	۱۸۱۵	مکرم غلام مصطفیٰ صاحب
۱۱۹۸	″ ولی محمد صاحب	۱۸۱۹	″ حکیم عبید اللہ صاحب رانجھا
۱۲۱۲	″ مولوی ریاض احمد خان صاحب	۱۸۲۰	″ چوہدری رحمت اللہ صاحب
۱۲۵۴	″ احمد عبدالرشید صاحب۔	۱۸۳۱	″ مولوی محمد اجمل صاحب
۱۲۷۹	″ سید محمد یونس صاحب	۱۸۳۶	″ جی۔ اے۔ میر صاحب کشمیری۔
۱۳۰۰	″ پروفیسر مبارک احمد صاحب	۱۳۷۱	″ پی احمد علی صاحب
۱۳۸۵	″ محمد عبداللہ صاحب بی۔ایس۔سی	۱۸۹۴	″ بشیر احمد خان صاحب۔
۱۱۱۹	″ چوہدری شمس الدین صاحب	۱۹۶۱	احمدیہ مسلم مشن
۱۲۷۰	″ شاہ محمد شاہ صاحب	۱۹۶۷	مکرم مولوی نور الدین صاحب
۱۲۷۴	مکرمہ مہرالنساء صاحبہ	۱۹۶۸	″ محمد شبیر اللہ نجیب صاحب
۱۲۵۸	″ نعیمہ حفیظ صاحبہ	۱۹۷۳	″ ایم۔ اے۔ ایاز صاحب۔

ضروری اعلان

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لئے چند میٹرک پاس کلرکوں کی ضرورت ہے۔ خواہشمند احباب اپنی اپنی درخواستیں معہ مصدقہ سرٹیفکیٹ اور امیر مقامی یا پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کی سفارش کے ساتھ نظارت علیا کے نام بھجوائیں۔

سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے گریڈز ۴-۹۰-۵-۱۳۰-۱۶۰-۶-۲۲۰ دئے جائیں گے۔

ناظر اعلیٰ قادیان

شادی کی ایک تقریب اور دعوتِ ولیمہ

قادیان ۱۰ تبلیغ۔ مقامی طور پر مورخہ ۳/۲/۶۹ بروز پیر مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیّر انسپکٹر بیت المال کی شادی خانہ آبادی کی تقریب عمل میں آئی۔ اور ۶/۲/۶۹ کو موصوف کی طرف سے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں تقریباً ڈیڑھ صد مقامی احباب نے شرکت کی۔ بعد فراغت طعام محترم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے اجتماعی دعا فرمائی۔ یاد رہے کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیّر کا نکاح مورخہ ۱۷/۱/۶۹ کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں محترم امیر صاحب مقامی نے عزیزہ ثریا بانو صاحبہ بنت مکرم خواجہ عبد الرزاق صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بھدرواہ کے ہمراہ بعوض دو ہزار روپے حق مہر پر پڑھا تھا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے باعثِ مثمر ثمراتِ حسنہ بنائے آمین ✤

(ایڈیٹر)

مدرسہ احمدیہ میں نئے سال کا داخلہ

احبابِ جماعت توجہ فرمائیں

جماعت کی تبلیغی و تعلیمی ضروریات کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدرسہ احمدیہ کا اجراء فرمایا تھا۔ چنانچہ اس نہایت ہی بابرکت درسگاہ نے خدا کے فضل سے جو قابلِ قدر اور عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں وہ احبابِ جماعت سے مخفی نہیں ہیں۔ جماعت کی روز افزوں ترقی کے پیشِ نظر مبلغین کی ضرورت دن بدن بڑھ رہی ہے جسے پورا کرنے کے لئے احباب جماعتہائے احمدیہ بھارت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خدمتِ دین کی غرض سے مدرسہ احمدیہ میں داخل کرائیں۔

پہلی جماعت کا داخلہ عنقریب شروع ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں داخلہ فارم ۱۵ر امان ۱۳۴۸ ہش مطابق ۱۵ر مارچ ۱۹۶۹ء تک نظارت ہذا سے حاصل کرکے اور اس کی خانہ پری کرکے یکم ماہ شہادت (اپریل) تک دفتر ہذا میں واپس موصول ہو جانے ضروری ہیں۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں:-

(۱) — بچے کی سابقہ تعلیم ہائر سیکنڈری یا کم از کم مڈل تک ہونی لازمی ہے۔
(۲) — بچہ اردو زبان بخوبی لکھ اور پڑھ سکتا ہو۔
(۳) — قرآن مجید ناظرہ روانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو۔

نوٹ: — صدر انجمن احمدیہ نے امسال بھی چار وظائف منظور فرمائے ہیں جو طالب علم کی ذہنی، اخلاقی اور اقتصادی حالت کو مدنظر رکھ کر دئے جائیں گے۔ خواہشمند احباب تاریخِ مقررہ تک فارم داخلہ پُر کرکے دفتر نظارت ہذا میں ارسال فرمائیں۔

۲۔ حافظ کلاس مدرسہ احمدیہ میں حافظ کلاس بھی جاری ہے۔ اس کلاس میں امسال بھی موزون طالب علم لئے جائیں گے۔ اس کلاس میں داخل ہونے والا بچہ ذہین ہو۔ اور قرآن مجید ناظرہ روانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو۔ دس بارہ سال سے عمر متجاوز نہ ہو۔ ہونہار اور مستحق طلباء کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ خواہشمند احباب جلد توجہ فرمائیں اور درخواستیں دفتر ہذا میں بھجوا دیں۔

ناظرِ تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان

مقامی مساجد کی تعمیر سے متعلق

ایک ضروری اعلان

بعض جماعتیں مقامی مساجد کی تعمیر کے اخراجات اور اپنی مالی وسعت کا صحیح اندازہ لگائے بغیر اور مرکز میں اطلاع دئے بغیر تعمیر کا کام شروع کروا دیتی ہیں۔ اور یہ توقع رکھتی ہیں کہ حسبِ ضرورت مرکز اور دیگر جماعتوں سے انہیں مالی امداد حاصل ہو جائے گی۔ لیکن چونکہ مرکز اپنی مالی مشکلات اور بجٹ میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ مالی امداد نہیں کر سکتا۔ اور بعض اوقات دیگر مقامی جماعتوں کے مرکزی چندہ میں کمی وغیرہ کے باعث انہیں بھی چندہ خاص کی تحریک کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اسلئے مقامی مسجد تعمیر کرنے والی جماعت کی ضرورت بروقت پوری نہ ہو سکنے کی وجہ سے انہیں مایوسی ہوتی ہے۔ اور کام کو التواء میں رکھنا پڑتا ہے۔ اور یہ امر بعض اوقات غیر از جماعت لوگوں کی طرف سے بھی اعتراض کا موجب ہوتا ہے۔

لہٰذا صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قواعد و ضوابط کے پیشِ نظر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہر وہ جماعت جس نے مقامی مسجد کی تعمیر کے لئے مرکز یا دیگر جماعتوں سے امداد کی منظوری حاصل کرنی ہو، وہ تعمیر کا کام شروع کرنے سے قبل اخراجات کا صحیح اندازہ اور اس کے بالمقابل مقامی جماعت سے فراہمی چندہ کی معین صورت وغیرہ سے اطلاع دیتے ہوئے درخواست نظارت ہذا میں بھجوایا کرے۔ تاکہ جملہ کوائف کا جائزہ لینے کے بعد مرکز فیصلہ کر سکے۔ اور جماعتوں کو جو دقت موجودہ صورت میں پیش آ رہی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔

امید ہے جملہ جماعتیں آئندہ مذکورہ امور کو ضرور ملحوظ رکھیں گی۔

ناظر بیت المال قادیان

سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ کی کامیابی

پنجاب کے وسط مدتی چناؤ میں حلقہ قادیان سے سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ تقریباً سات ہزار ووٹوں سے جیت گئے ہیں۔

جماعت احمدیہ نے بھی الیکشن میں انہی کو ووٹ دئے ہیں

(نامہ نگار)

یومِ مصلح موعود کی تقریب سعید

جماعتہائے احمدیہ بھارت کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۲۰ر تبلیغ ۱۳۴۸ ہش (۲۰ر فروری ۱۹۶۹ء) بروز جمعرات وہ مبارک دن ہے کہ جس دن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی منشا کے تحت مصلح موعود کی عظیم الشان بشارت کی پیشگوئی کا اعلان فرمایا جو اپنی پوری شان کے ساتھ عین وقت پر پوری ہوئی۔ تمام جماعتیں اس دن کو اس کے شایانِ شان منائیں۔ جلسے کرکے اس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالیں اور غیروں کو بھی دعوت دیکر اس عظیم الشان نشانِ آسمانی کی وضاحت کریں۔

ان جلسوں کے انعقاد کی تفصیلی رپورٹیں نظارت ہذا میں بھی بھجوائیں۔ امید ہے بھارت کی تمام جماعتیں اس بابرکت دن سے فائدہ اٹھائیں گی۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان